بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نالۂ عزاداراں

حصّہ دوم

یعنی مجموعۂ مراثی بعد شہادت

حضرتِ امام حسین علیہ السلام

مرتبہ

سیّد تراب علی رضوی

بہ اہتمام

سلاموں کی فہرست

	مطلع کا پہلا مصرع	
۱	اے سلامی خیام جلتے ہیں	۱
۲	مجرائی قحط آب بھی تھا اور غذا نہ تھی	۲
۳	جز پنجتن کسی سے تولا نہ چاہیئے	۳
۴	واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے	۴
۵	نام پر شاہ کے پانی جو پلا دیتے ہیں	۴
۶	اربعین کے سوگوارو الوداع	۵
۷	ضبط گریہ ماتم سرور میں ہوسکتا نہیں	۶
۸	سجدہ ریز کربلا جب یہ جبیں ہوجائیگی	۷
۹	علی کی مدح میں دیکھو تو کیا میری رسائی ہے	۸
۱۰	سلامی جو ہیں متوالے شراب حب حیدر کے	۹
۱۱	ہے سلام اسیر جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے	۱۰
۱۱	بھائی کا چالیس دن تھا جسم اطہر دھوپ میں	۱۱

فہرست مراثی

۳	مدینہ میں آنا	حاکم کو یہ مدینہ کے جس دم خبر ہوئی	۱۰
۴	درود کوفہ	جب لٹ کے کربلا سے اسیر حرم چلے	۱۵
۵	حال راہ شام	نماز عصر کو جب شاہ نے تمام کیا	۱۸
۶		پہنچا دیار شام میں جب سر امام کا	۲۲
۷		جب آئی شام کی بستی میں ننگے سر زینب	۲۶
۸	ملاقات شیریں	جب حرم قلعہ شیریں کے برابر آئے	۳۰
۹	حال بازار شام	محشر کی صبح آج نمایاں ہے شام میں	۳۴
۱۰	حال دربار شام	آمد ہے اہل بیت پیمبر کی شام میں	۳۸
۱۱		جب محفل یزید میں داخل حرم ہوئے	۴۳
۱۲		آتا ہے سر امام کا بزم یزید میں	۴۷
۱۳		جب اہل حرم شام کے زنداں میں آئے	۵۱
۱۴		عزیزو حادثہ نو فلک دکھاتا ہے	۵۷
۱۵		جب کہ دربار میں ناموس پیمبر آئے	۶۰
۱۶		غل ہے دربار میں ناموس پیمبر آئے	۶۵
۱۷	حال زندان	جب محفل حاکم میں نبی کے حرم آئے	۶۹
۱۸		یزید نحس نے جب فرق شاہ دیں پایا	۷۳
		[illegible] ہوئے جس دم حرم شاہ	۷۹

۲۱	حال زندان شام و آمد ہند	ناموس نبی آئے جو زندان بلا میں	۹
۲۲		جب سنی ہند کے آنیکی خبر زینب نے	۹۴
۲۳		آمد ہند کا غل، عترت شبیر میں ہے	۹۷
۲۴		سر کھلے قید میں جب دختر زہرا آئی	۱۰۲
۲۵		جبکہ دربار سے زنداں میں سدھارے قیدی	۱۰۶
۲	رہائی اہلبیت	دربار میں آمد ہے اسیران بلا کی	۱۱۰
۲	حال زندان شام و وفات سکینہ	رانڈوں کا ملک شام میں جس دم گزر ہوا	۱۱۴
۲		انسان کیلئے قید ہلاکت کا سبب ہے	۱۱۹
۲		جب گل ہوا چراغ حرم قید شام میں	۱۲۳
۳		جب داغ بیکسی نہ سکینہ اٹھا سکی	۱۲۸
۳		زنداں میں اہل بیت پیمبر اسیر ہیں	۱۳۳
۳		جب شام کے زنداں میں سکینہ نے قضا کی	۱۳۷
۳		زنداں میں جبکہ دختر شبیر مرگئی	۱۴۱
۳	واپسی اہل حرم بہ کربلا	بلا اٹھا کے حرم کربلا میں آتے ہیں	۱۴۵
۳	چہلم شہدا	چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا	
۳		آج چہلم تمام ہوتا ہے	
۳	واپسی اہل حرم بہ مدینہ	وطن میں قافلہ کربلا کی آمد ہے	

سلام

لٹ کے سادات کے خیام جلتے ہیں ؎ رن میں ناموس شہ نکلتے ہیں
زیر خنجر ہے گردن شبیر ؎ مرتضیٰ غم سے ہاتھ ملتے ہیں
بیٹھی ہیں بیبیاں اندھیرے میں ؎ شامیوں میں چراغ جلتے ہیں
عابد دل فگار شام و سحر ؎ پا برہنہ جو راہ چلتے ہیں
ڈوب جاتی ہے خون میں زنجیر ؎ پاؤں سے خار جب نکلتے ہیں
رن میں بجتے ہیں فتح کے باجے ؎ ڈر سے بیووں کے دم نکلتے ہیں
آب ہوتا ہے غم سے شہ کا جگر ؎ بچے پانی کو جب مچلتے ہیں
ضعف سے شاہ کا یہ عالم ہے ؎ گاہ جھکتے ہیں گہ سنبھلتے ہیں
قبر اصغر سے کہتی تھی بانو ؎ اے لحد ہم یہاں سے چلتے ہیں
تو ہماری طرح سے بہلانا ؎ شب کو اصغر بہت مچلتے ہیں
پیش حاکم کھڑے ہیں اہل حرم ؎ سب کے چہروں پہ اشک ڈھلتے ہیں
روتی ہیں صبح و شام سب رانڈیں ؎ آہیں کرنے سے جی بہلتے ہیں
کھینچتے ہیں گلے سے تیر حسین ؎ منہ سے اصغر لہو اگلتے ہیں
زخم جلتے ہیں گرم ہے جو زمیں ؎ شاہ دیں کروٹیں بدلتے ہیں

سلام

مجرائی قحطِ آب بھی تھا اور غذا نہ تھی ⁘ پر بے حواس جنگ میں فوجِ خدا نہ تھی
مجرائی کیا غضب ہے کسی کو حیا نہ تھی ⁘ بلوے میں اہلبیت کے سر پر ردا نہ تھی
لے کر ردائیں ناریوں نے گھر جلا دیا ⁘ بیبیوں کے واسطے کہیں چھپنے کو جا نہ تھی
سوکھی زباں دکھانے پہ ظالم نے مارا تیر ⁘ بانو کے شیرخوار کی یارب خطا نہ تھی
بولی سکینہ بوند نہ دی میرے سقہ کو ⁘ کیوں اے فرات مہر میں دادی کی کیا نہ تھی
ہے ہے وہ چوبِ بید سے کھولا لبِ حسینؑ ⁘ بے رحم کو یہ دست درازی روا نہ تھی
زنداں میں آئی خواب میں زینبؑ کے یوں بتولؑ ⁘ ماتھا بھرا تھا خوں میں سر پر ردا نہ تھی
زینبؑ پکاری کس کے لہو سے جبیں ہے لال ⁘ تم پر تو آفتِ سفرِ کربلا نہ تھی
زینبؑ سے بولی فاطمہؑ کچھ یاد تو کرو ⁘ کس دکھ میں کس جگہ میں شریکِ بکا نہ تھی
اشتر سے تو گری تھی جو مرنے پہ بھائی کے ⁘ کیا بال کھولے لاش پہ خیرالنساءؑ نہ تھی
یثرب سے تا بہ ماریہ اور واں سے تا بہ شام ⁘ زینبؑ حسینؑ سے کہیں زہراؑ جدا نہ تھی
چھوڑ آئی میرے بچہ کو جنگل میں بے کفن ⁘ قابل کفن کے لاش مسافر کی کیا نہ تھی
زینبؑ نے عرض کی کہ میں کفناتی کس طرح ⁘ اماں خدا گواہ کہ سر پر ردا نہ تھی

اس سال بھی نجف کا ارادہ تھا اے دبیر
پھر رہ گئے تڑپ کے کہ قسمت رسا نہ تھی

سلام

جز پنجتن کسی سے تولّا نہ چاہیئے ⁘ غیر از خدا کسی کا بھروسہ نہ چاہیئے
اک در پہ بیٹھ کر ہے توکل کریم پر ⁘ اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہیئے
تکرار کیا ہے زندگیِ مستعار میں ⁘ اے موت بار بار تقاضا نہ چاہیئے
راحت خدا نے دی تو کیا تو نے شکر کب ⁘ ایذا بھی چار دن ہو تو شکوا نہ چاہیئے
کھانے کو رزق رہنے کو گھر اور لحد کو جا ⁘ دنیا میں ایک جان کو کیا کیا نہ چاہیئے
صغراؑ نے شاہِ دیںؑ کو لکھا خط تو بھیجیئے ⁘ گر چاہتے نہیں ہمیں بابا نہ چاہیئے
دو بیٹیاں تو پاس ہوں اک جاں بلب بعید ⁘ میں سچ کہوں یہ آپ کو بابا نہ چاہیئے
فرقت رہی تو کونسی پھر زندگی کی شکل ⁘ بیمار پر عتابِ مسیحا نہ چاہیئے
کہتے تھے فاطمہؑ سے علیؑ گھر میں جو ہو دو ⁘ خالی کبھی فقیر کو پھیرا نہ چاہیئے
کپڑے سفید پہنے جو قاسمؑ تو بولی ماں ⁘ اتنی بھی سادگی اے دولھا نہ چاہیئے
دولھا نے عرض کی کہ اجل ہے گلے کا ہار ⁘ چہرے پہ مرنے والوں کے سہرا نہ چاہیئے
کہتی تھی فضہؑ شام میں بازاریو ہٹو ⁘ آلِ رسولؐ پر ستم ایسا نہ چاہیئے
یہ کون بی بیاں ہیں تمہیں کچھ خبر نہیں ⁘ زہراؑ کی بیٹیوں کا تماشا نہ چاہیئے
کہتا تھا شمر چادریں رانڈوں کی چھین لو ⁘ ایسے گناہگاروں کا پردا نہ چاہیئے
مقدور داغ [illegible] ⁘ [illegible]

سلام

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے ؛ مجرئی المحرم قابل در بار نہ تھے
بولے عابدؑ کہ فدائے شہ دیں غیر ہوئے! ؛ اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
نیرِ اصغرؑ کو جو مارا تو کہا سرورؑ نے! ؛ ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
کہا زہراؑ نے فلک میں نے ستایا تھا کسے ؛ میرے بچے تو اس آفت کے سزاوار نہ تھے
بدھیاں زخموں کی پہنے ہوئے تھے ابن حسنؑ ؛ کیا ہوا پھولوں کے گردن میں اگر ہار نہ تھے
شہؑ کے دانتوں پہ چھڑی رکھ کے کہا ظالم نے ؛ ہم نے اسطرح کے دیکھے دُرِ شہوار نہ تھے
گُل سے تلووں کا یہ عابدؑ کے ہوا تھا احوال ؛ کونسا چھالا تھا وہ جس میں کہ دو خار نہ تھے

گر مسیحِ دوجہاں کا ہوا افضال انیسؔ
اچھے یوں ہوگئے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

سلام

نام پر شاہؑ کے پانی جو پلا دیتے ہیں ؛ میرِ کوثرؑ انھیں مجرائی دعا دیتے ہیں
قتل اکبرؑ سا پسر ہوتا ہے تشنہ کہتے ہیں شکر ؛ صبرِ ایوبؑ کو شبیرؑ جلا دیتے ہیں
فاطمہؑ کہتی تھیں دنیا میں وہ آباد رہیں ؛ شہؑ کا پرسا مجھے سب اہلِ عزا دیتے ہیں
چشمِ سجادؑ اگر ضعف سے ہوجاتی ہے بند ؛ اشقیا پاؤں کی زنجیر ہلا دیتے ہیں
ذبح شبیرؑ کو کرتا ہے لعین خنجر سے ؛ بوسے حلقوم کے محبوبِ خدا لیتے ہیں
کہتی تھی رو کے سکینہؑ کہ ہمیں قید کیا ؛ لوگ زنداں سے یتیموں کو چھڑا دیتے ہیں
پوچھتا ہے جو کوئی کس نے کمر کو توڑا ؛ شاہؑ عباسؑ کے لاشے کو بتا دیتے ہیں
کیا سخی ہیں شہِ دیں بخششِ امت کیلئے ؛ جان بھی دیتے ہیں اور گھر بھی لٹا دیتے ہیں
خواب میں آن کے عابدؑ سے یہ سرورؑ نے کہا ؛ کہو بیٹا تمھیں ملعون دوا دیتے ہیں
عرض عابدؑ نے یہ کی مانگتا ہوں جب پانی ؛ مجھ کو دکھلا کے ستمگار بہا دیتے ہیں

یہ سلامِ شہِ مظلوم کہا خوب دبیرؔ
دیکھوں انعام میں مولاؑ مجھے کیا دیتے ہیں

سلام

اربعین کے سوگوار والوداع ؛ آخری مجلس ہے یار والوداع
خاتمہ بالخیر چہلم کا ہوا ؛ الوداع اے اشکبار والوداع
اکبرؑ و اصغرؑ علیؑ کی ضامنی ؛ نوجوانو شیر خوار والوداع
کہتے تھے گنجِ شہیداں پر حرم ؛ فاطمہؑ زہراؑ کے پیار والوداع
کربلا کی خاک کو سونپا تمہیں ؛ عرشِ اعظم کے ستار والوداع
بخیہ و مرہم نہ زخموں کا ہوا ؛ مرتضیٰؑ کے رشتہ دار والوداع

قبر پہ بیٹوں کی زینبؑ نے کہا ؛ ماں وطن جاتی ہے پیارو الوداع
دشت سونا پاس بستی بھی نہیں ؛ بے دیارو بے مزارو الوداع
سر کہیں لاشے کہیں قبریں کہیں ؛ بے مکانو بے دیارو الوداع
قبر سے آواز دیتے ہیں حسینؑ ؛ لو بہن زینبؑ سدھارو الوداع

مومنو اب تم بھی بانشدِ دبیر
رو کے پیٹو اور پکارو الوداع

سلام

لہ یہ ماتم سرورؑ میں ہو سکتا نہیں ؛ سر جھکا کر بیٹھ مجلس میں جو رو سکتا نہیں
اندھیری پرسشِ اعمال ایذائے فشار ؛ قبر میں بھی چین سے انسان سو سکتا نہیں
اتنی ہیں ہیں عاجز کارسازانِ جہاں ؛ اپنے منہ کے گرد پانی آپ دھو سکتا نہیں
ہے خصت وہ مشرق ہو کہ مغرب میں ہیں ؛ دوستوں کے ہم نہ کام آئیں یہ ہو سکتا نہیں
بیتے تھے کہ دنیا بھی ہے عبرت کی جگہ ؛ مر گیا بیٹا جواں اور باپ رو سکتا نہیں

نظم ہے یا گوہرِ شہوار کی لڑیاں انیس

سلام

سجدہ زینِ کربلا جب یہ جبیں ہو جائیگی ؛ لوحِ محفوظ اپنے دل کی سرزمیں ہو جائیگی
عارضِ گلگونِ اکبرؑ کی صباحت دیکھکر ؛ سب پہ ظاہر قدرتِ حسن آفریں ہو جائیگی
سجدہ کرتا ہوں نجف کی سرزمینِ پاک پر ؛ ماہِ کامل کا شرف میری جبیں ہو جائیگی
کھینچ لی عباسؑ نے تلوار گرہ بہرِ وغا ؛ کفر کی بنیاد پیوند زمیں ہو جائیگی
دفن شہؑ سے کربلا کو ایسا رتبہ مل گیا ؛ یہ زمیں ہم پایۂ عرشِ بریں ہو جائیگی
ناز ہے خالق کو خود قربانیٔ شبیرؑ پر ؛ ہر ادا ان کی ادائے دل نشیں ہو جائیگی
کھودتے ہیں شاہ والا اصغرِ مہرو کی قبر ؛ زلزلہ آئے گا رن میں شق زمیں ہو جائیگی
امِ فروا نے کہا قاسمؑ کو اپنے دیکھ کر ؛ کل یہ قربانی نثارِ شاہِ دیں ہو جائیگی
دیکھ کر اکبرؑ کی صورت رو کے کہتی تھی یہ ماں ؛ کل یہ صورت چاند سی زیرِ زمیں ہو جائیگی

لائیں گے تشریف لطفی قبر میں شاہِ جہاں
قبر میری محفلِ عشرت قریں ہو جائیگی

سلام

مدح میں دیکھو تو کیا میری رسائی ہے ؛ ہوا رحمت حق عرش کی منزل سے آئی ہے
ست بوسی کر کے بت کرنے لگے سجدہ ؛ کہاں ان پتھروں کا آج ناز کبریائی ہے
گوشہ گوشہ میں علم استاد ہوتے ہیں ؛ خدا آباد رکھے ان کی ہر گھر میں صدائی ہے
بھی کیا گھر ہے جلالت اسکو کہتے ہیں ؛ فرشتوں کو بھی اس چوکھٹ پہ فخر جبہ سائی ہے
بیضہ مشک بھر کر ہوگئے واپس ؛ علیؑ کی شان سے عباس نے قدرت دکھائی ہے
نے دریا کو دیکھا اس حقارت سے ؛ کہ دریا کو ابھی ان سے شکوہ بے اعتنائی ہے
گے کس طرح زینبؑ کو بے پردہ ؛ گھٹا تطہیر کی ان کے رخ انور پہ چھائی ہے
لِ اللہ کے کس ظلم سے مارا ؛ یہ کیسے تھے مسلماں اے خدا تیری دہائی ہے
چادر کسے بے پردہ کرتے ہو ؛ محمدؐ کی نواسی فاطمہؑ زہرا کی جائی ہے

نظر رکھنا کرم کی روز محشر اپنے لطفی پہ
ترے بیٹے کا شیدائی ہے اور تیرا فدائی ہے

سلام

سلامی جو ہیں متوالے شراب حب حیدرؑ کے ؛ وہ پائیں گے صلہ میں حشر کے دن جام کوثر کے
نگاہ لطف شہؑ نے حُرؑ کی قسمت کو بدل ڈالا ؛ کہ چرچے آج تک ہیں اس نگاہ بندہ پرور کے
کیا تھا نہر پر اس شان سے عباسؑ نے حملہ ؛ نظر آتے ہیں جلوے ہر ادا سے تیغ حیدرؑ کے
وہ حامل وحی کے جبرئیل ہوں رضوان جنت ہوں ؛ کسی سے مرتبہ میں کم نہیں دربان اس در کے
خدا کی ان پہ لعنت ہے جو قتل شاہؑ والا پر ؛ چلے میدان سے نعرے مار کر اللہ اکبر کے
ہوئے ہیں دفن اٹھارہ نبیؐ کی آل کے ٹکڑے ؛ زمین کربلا کہنے ہیں کیا تیرے مقدر کے
نرالی شان سے قاسمؑ نے ارزق پر ظفر پائی ؛ شجاعت ان کی گھٹی میں ہے یہ پوتے ہیں حیدرؑ کے
نہ کیوں عون و محمدؑ پھر صفیں توڑیں پرائیں ؛ کہ شہزادے یہ دونوں ہیں نواسے شاہ خیبر کے
حسینؑ ابن علیؑ نے اقربا سب کر دئے قرباں ؛ مگر جھنڈے بھی گاڑے دہر میں شرع پیمبرؐ کے

غدیری مے کا جس دن سے ہوں بادہ خوار اے لطفی
نہ دوزخ کا ہے کچھ کھٹکا نہ اندیشے ہیں محشر کے

سلام

یہ جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے ٭ پاؤں میں آبلہ ہے آبلہ میں خار بھی ہے
گراں تو ہے مرے حصہ میں ٭ ورنہ اس فوج میں خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے
ح جو خیمہ پہ تجلی دیکھی ٭ رو رو عابد نے کہا نور بھی ہے نار بھی ہے
شخص نے شبیر تمہارا ہے کون ٭ کہا بابا بھی ہے آقا بھی ہے سردار بھی ہے
سکا کھلا لب پہ انگوٹھا تھا دھرا ٭ رو رو فرمایا کہ پیکان بھی ہے سوفار بھی ہے
پہ شہیدوں کے گل زخم کھلے ٭ بولے یہ قتل کا میداں بھی ہے گلزار بھی ہے
تا ہے اور سر بھی جھکا جاتا ہے ٭ طوق یہ تنگ نہایت ہے گراں بار بھی ہے
ار ہوں پہ زور امامت کے سبب ٭ اونٹ بھی کھینچتا ہوں طاقت رفتار بھی ہے
چلن پہ رہوں میں مظلوم چلا ٭ ورنہ مجھ میں اثر حیدر کرار بھی ہے
زور امامت کبھی ضعف بشری ٭ راہ چلنا مجھے آساں بھی ہے دشوار بھی ہے
سے ستمگر نظر آتا تو رو رو کہتا ٭ یہ ستمگر بھی ہے قاتل بھی ہے خونخوار بھی ہے

کربلا میں تو فہیم آیا خوشحال ترا

سلام

حب حیدر کا مزا اہل ولا سے پوچھئے ٭ مصطفٰے سے پوچھئے اپنے خدا سے پوچھئے
روز عاشورہ شہ والا نے کیا صدمے سہے ٭ پوچھئے ہر اک دل درد آشنا سے پوچھئے
خونچکاں ہے داستان کربلا کا حرف حرف ٭ انتہا کی حد کہاں ہے ابتدا سے پوچھئے
یوں علی کا مرتبہ کیسے سمجھ سکتے ہیں آپ ٭ آئے کعبہ میں دوش مصطفٰے سے پوچھئے
دیکھنا ہے اہلبیت پاک کا رتبہ اگر ٭ دیکھئے قرآں میں شرح انما سے پوچھئے
بوستان مصطفٰے پر باد صرصر کا ستم ٭ مرتضیٰ سے یا دل خیر النساء سے پوچھئے
تین دن کی پیاس میں کیا جنگ کی شبیر نے ٭ یا دیار کوفہ سے یا کربلا سے پوچھئے
جان ہر اک دے رہا تھا الفت شبیر میں ٭ کیا مزا تھا موت کا اہل ولا سے پوچھئے
دل پہ کیا گذری تھی عباس علی کے وقت جنگ ٭ آب دریائے فرات اور کربلا سے پوچھئے

شہ کے غم میں کس طرح کٹتے ہیں اسکے رات دن
لطفی محزوں کی جان مبتلا سے پوچھئے

سلام

حُبِ حیدرؑ کا مزا اہلِ ولا سے پوچھیے ؛ مصطفٰےؐ سے پوچھیے اپنے خدا سے پوچھیے
روزِ عاشورہ شہؑ والا نے کیا صدمے سہے ؛ پوچھیے ہر اک دلِ درد آشنا سے پوچھیے
خونچکاں ہے داستانِ کربلا کا حرف حرف ؛ انتہا کی حد کہاں ہے ابتدا سے پوچھیے
یوں علیؑ کا مرتبہ کیسے سمجھ سکتے ہیں آپ ؛ آئے کعبہ میں دوشِ مصطفٰےؐ سے پوچھیے
دیکھنا ہے اہلبیتؑ پاک کا رتبہ اگر ؛ دیکھیے قرآں میں شرحِ انّما سے پوچھیے
بوستانِ مصطفٰےؐ پہ بادِ صرصر کا ستم ؛ مرتضیٰؑ سے یا دلِ خیر النسا سے پوچھیے
تین دن کی پیاس میں کیا جنگ کی شبیرؑ نے ؛ یا حدارِ کوفہ سے یا کربلا سے پوچھیے
جان ہر اک دے رہا تھا الفتِ شبیرؑ میں ؛ کیا مزا تھا موت کا اہلِ ولا سے پوچھیے
دل پہ کیا گزری تھی عباسِ علیؑ کے وقتِ جنگ ؛ آبِ دریائے فرات اور کربلا سے پو؟

شہؑ کے غم میں کس طرح کٹتے ہیں اسکے رات دن
لطفیؔ محزوں کی جانِ مبتلا سے پوچھیے

انکار جب کہ جانے میں اک ایک نے کیا   پھر تو عمر نے زوجہ حرؑ کو طلب کیا
بولا یہ کھانا لے کے تو اہلِ حرم میں جا   کرنا مری طرف سے بہت عذر و التجا

شوہر ترا ہے فدیہ شہِ مشرقین کا
دینا تو شہر بانوؑ کو پُرسا حسینؑ کا ؛

جانے پہ مستعد ہوئی جس دم وہ باوفا   ہمراہ اُس کے خواہرِ ہاشم کو بھی کیا
ہاشم بھی ایک فدیۂ سبطِ رسولؐ تھا   ساتھ اس کے عورتیں تھیں بہت سی پیادہ پا

خوانوں کے گرد و پیش پیادے تمام تھے
مشعل کی روشنی میں وہ خوانِ طعام تھے

تھی آگے آگے زوجۂ حرؑ شہ کی دوستدار   پر خیمہ حرم کے جو در تک ہوا گزار
کچھ روشنی بھی خیمہ میں پائی نہ زینہار   دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار

یہ بات کہہ کہ ہوتی ہے مشغول آہ میں
اصغرؑ کو پہلی رات ہے یہ قتل گاہ میں ؛

مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ   بولی کہ لو پھر آئی ہیں لوٹنے سپاہ
پھر اس طرح پکاری ہوا ہم سے کیا گناہ   لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ

کوئی بھی پوچھتا نہیں اس واردات کو
لوٹے ہوؤں کو لوٹنے آئے ہو رات کو ؛

گر اور کچھ گماں ہو تو کرلو ہمیں شمار	بھاگا نہیں ہے کوئی تمہارا گنہگار
موجود آپ جا ہیں تمہارے قصوروار	اس سے تو ہم سبھوں کو کرو قتل ایکبار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
نے قیدی بھاگے جاتے ہیں یا نہ صبح دور ہے

بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا	بہلا کے اون سبھوں کو ہے ہم نے سلا دیا
ضامن خدا ہے ہم نہیں کرنے کے کچھ فنا	ہے فوج میں تمہاری سرِ شاہِ کربلا
اس سر سے منہ پھرا کے کیسے منہ دکھائیں گے
قرآن بیچ میں ہے نہ ہم بھاگ جائیں گے

یہ بات سُن کے زوجۂ حرؑ روئی خوب سا	پردہ اُٹھا کے خیمہ میں آئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتیں کرتی ہوئیں بکا	خوانِ طعام رکھ دیئے خیمہ میں جابجا
سب عورتوں کی شکل تھی پنہاں نقاب سے
زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے

زینبؑ پھر اپنے دِل کو یہ دینے لگی خبر	اِن خوانوں میں یقیں ہی شہیدوں کے ہوں گے سر
ناگاہ بولی زوجۂ حرؑ پاس آن کر	لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
میں عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہوں
میں زوجۂ ہوا دلِ سبطِ رسولؐ ہوں

آیا زبانِ زوجۂ حرؑ پر جو حرؑ کا نام	تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہرِ امام
بولی تو حرؑ کی زوجہ ہے تجھ پر مرا سلام	حق بخشے حرؑ کو واہ عجب کر گیا وہ کام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہراؑ کی جائی کو
سر ننگے در پہ آتی تری پیشوائی کو

یہ کہہ کے اس کو اپنے برابر بٹھا لیا	چادر نہ تھی جو ڈھانپ کے منہ روتی خوب سا
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے لگی رونے اور کہا	پُرسا میں حرؑ کا دیتی ہوں تو ساتھ دے مرا
وہ رو کے بولی نام نہ لو اس غلام کا
میں تم کو دینے آئی ہوں پُرسا امام کا

زینبؑ نے رو کے زوجۂ حرؑ سے یہ پھر کہا	بارے تمہارے آنے نے نمایاں کیا سبب ہے کیا
کی عرض اُس نے لونڈی کی قسمت ہوئی رسا	بھیجے ہیں ابنِ سعد نے یہ خوانِ پُرغذا
کہنے سے اس کے کھانے کے ہمراہ آئی ہوں
میں حاضری حسینؑ کے مرنے کی لائی ہوں

سنتے ہی نام حاضریٔ شاہِ بے وطن	زینبؑ کا سینہ پھٹ گیا تھرا گیا بدن
بولی کہ ہائے اے مرے ماں جائے بے کفن	اس حاضری کے کھانے کو بھیجتی رہی بہن
دنیا میں یادگار رہا سانحہ ترا
تم نے نہ ہاتھ اُٹھا کے دیا فاتحہ مرا

حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں ۔۔۔ اک داغ پڑا اور بھی صغراؑ کے جگر میں
نانی سے کہا مرتی ہوں دوریِ پدر میں ۔۔۔ عاشور کی بھی عید نہ ہو گی مرے گھر میں ؛
کیا جانتی تھی ایسے بچھڑ جائیں گے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئیں گے بابا

کیوں نانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو ۔۔۔ پورے چھ مہینے ہوئے دوریِ پدر کو
حج کر کے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو ۔۔۔ پر قبلہ و کعبہ گئے کعبہ سے کدھر کو
زہراؑ کا قمر سوئے مدینہ نہیں آیا
اس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا ؛

پیدا ہوئے اصغر تو پیامِ سفر آیا ۔۔۔ افسوس کہ جھولے میں بہن نے نہ جھلایا
بھیا کو نہ جی بھر کے گلے سے بھی لگایا ۔۔۔ بچھڑے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دکھایا
داخل نہ ہوئے اب بھی تو گھر میں ہیں نانی
اصغر چھ مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

نانی نے دلاسا دیا لے لے کے بلائیں ۔۔۔ واری گئی جیتے رہیں وہ جائیں جب آئیں
پر وہ کوئی لکھ بھیجیں تمہیں گر نہ بلائیں ۔۔۔ لو چلنی ہے ان روزوں میں تشریف نہ لائیں
اغلب ہے کہ اس دھوپ میں آرام لیا ہے
اللہ کرے خیمہ ترائی میں کیا ہو ؛

گرمی سے کنویں خشک ہوئے جاتے ہیں جانی ۔۔۔ پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دہانی
وہ گولی میں ڈرتی ہوں کہتے ہوئے نانی ۔۔۔ جھیلوں کا نہ سوکھا ہو کہیں راہ میں پانی
ناقے کو جو پوچھو تو یہ ارشاد ہے
بابا کو مرے پیاس کی برداشت نہیں ہے ؛

بابا یہ کٹے خیر سے یا رب یہ مہینہ ۔۔۔ ہر غرہ سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے مرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ ۔۔۔ حضرت سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ
کوفے کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نانی ؛
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی ؛

ناگاہ مدینہ میں قیامت کی شب آئی ۔۔۔ گذرا جو زوال روزِ شہادت کی شب آئی
صغراؑ کے لئے سخت مصیبت کی شب آئی ۔۔۔ نانی کو پکاری کہ کس آفت کی شب آئی
بے نور ستارے بھی ہیں اور چرخ بریں بھی
اب تو در و دیوار بھی ہلتے ہیں زمیں بھی

یاں گھر میں پریشان تھی شبیرؑ کی پیاری ۔۔۔ جو ایک زنِ ہاشمیہ آ کے پکاری
تم قبرِ پیمبرؐ پہ نہیں چلتیں ہیں واری ۔۔۔ ابنِ حنفیہ کو غش آیا کئی باری
مندیلیں گری ہیں کہیں عمامے پڑے ہیں
سب قبر کو گھیرے ہوئے ننگے کھڑے ہیں

صغراؑ نے کہا کیوں تو تڑپ کر یہ سنایا   طائر ابھی اک خون میں ڈوبا نظر آیا
پر جھاڑ کے ہو قبر مبارک پہ گرایا   اور کھول کے منقار عجب شور مچایا

کیا جانیے کیا غم کی خبر اس نے کہی ہے
اب تو ترے نانا کی لحد کانپ رہی ہے

بیمار پکاری کہ سنا آپ نے نانی   لو آئی مدینہ کے سلیماں کی سنانی
بیجا نہ تھی بی بی وہ مری اشک فشانی   فرماتی تھیں تم بدشگنی کرتی ہو جانی

سر کھولو ردا پھینک دو داماں کو پھاڑو
اٹھو مرے کرتے کے گریبان کو پھاڑو

ہاتھوں سے کلیجہ کو پکڑ کر وہ پکاری   روضہ پہ نبیؐ کے تو چلو اے مری پیاری
طائر فقط آیا ہے تسلی کو تمہاری   سونگھو تو لہو اس کے پر و بال کا واری

کھل جائے گی بو عرش مقاموں کے لہو کی
رنگت نہیں چھپنے کی اماموں کے لہو کی

صغراؑ کو لئے ساتھ چلی خستہ و غمناک   پہونچی جو ہیں نزدیک رواقِ شہِ لولاک
دیکھا کہ ایک انبوہ ہے گردِ لحدِ پاک   منہ پر امرا اور غربا ملتے ہیں سب خاک

پیغمبرؐ کونین کی بیوہ نے ندا دی
لوگو ہٹو آتی ہے مدینہ کی خوزادی

سر کے جو روضہ میں داخل ہوئی صغراؑ   دیکھا کہ سرِ قبر وہ طائر ہے تڑپتا
نوحہ میں یہ آواز ہے منقار سے پیدا   بن باپ کی صغراؑ ہوئی بن بیٹے کی زہراؑ

فریاد بلند اس کی ہے سب نوحہ گروں سے
اشک آنکھوں سے اور خون ٹپکتا ہے پروں سے

صغراؑ کے دلِ زار کو جب تاب نہ آئی   مٹھی میں وہیں خون بھری خاک اٹھائی
خود سونگھ کے تھرا گئی نانی کو سنگھائی   چلائی کہ ہے ہے غضب اے بی بی دہائی

پہچانیے تو آپ یہ کس کس کا لہو ہے
یہ تو مرے بابا ہی کے سب خون کی بو ہے

کس دکھ میں گرفتار ہیں سید مرے بابا   غش میں ہیں کہ ہشیار ہیں سید مرے بابا
بے یار و مددگار ہیں سید مرے بابا   گھر آنے سے ناچار ہیں سید مرے بابا

بستی میں لٹے یا کسی جنگل میں لٹے ہیں
خدمت کو کوئی پاس ہے یا سب سے چھٹے ہیں

بیمار کی فریاد سے گھبرا گیا طائر   روضہ سے نکل کر سوئے صحرا گیا طائر
صغراؑ نے کہا صاحبو کس جا گیا طائر   ہے ہے مجھے کچھ حال نہ بتلا گیا طائر

مرقد پہ جبیں رکھ کے پکاری یہ نبیؐ کو
اب آپ سے لونگی میں حسین ابن علیؑ کو

حاکم کو یہ مدینہ کے جس دم خبر گئی — سبطِ نبیؐ کو فوجِ ستم قتل کر گئی
کھیتی جنابِ فاطمہؑ کی خوں میں بھر گئی — تا شہرِ شام بنتِ علیؑ ننگے سر گئی
سچ ہے کہ کس طرح دلِ انساں کو کل پڑے
دشمن تھا وہ لعین مگر آنسو نکل پڑے

القصہ سوچ سوچ کے حکم اُس نے یہ دیا — ہاں شہر میں نکل کے منادی کرے ندا
آیا ہے شہرِ شام سے نامہ یزید کا — ہے جس میں مندرج خبرِ ابنِ مرتضیٰؑ
قاصد کسی کو آج نہ دکھلائے گا وہ خط
کل مسجدِ نبیؐ میں پڑھا جائے گا وہ خط

سُن کر یہ حال مادرِ عباسؑ نیک نام — پہونچیں جو تا بہ مسجدِ پیغمبرِ انام
مردوں سے عورتوں نے یہ بڑھ کر کیا کلام — ہٹ جاؤ راہ دو کہ ادب کا ہے یہ مقام
حالِ حسینؑ سننے کو تشریف لائی ہیں
بیت الشرف سے مادرِ عباسؑ آئی ہیں

اُس صاحبِ وقار نے تب خود اُٹھا کے سر — فرمایا السّلام علیک اے نکو سیر
ہے تو چشمِ مخبرِ صادق کی کیا خبر — اب کس دیار میں ہے یداللہ کا پسر
سنتی ہوں کربلا کے بسانے کا قصد ہے
کوفہ سے کب تلک اِدھر آنے کا قصد ہے

رونے لگا خطیب یہ سن کر بصد ملال — بولا کہ اے ضعیفۂ ذی قدر و خوش خصال
کچھ اپنے تینوں بیٹوں کا تجھ کو نہیں خیال — فرمایا پہلے کہہ پسرِ فاطمہؑ کا حال
بیٹوں کی کیا خبر مجھے اپنی خبر نہیں
میرا سوا حسینؑ کے کوئی پسر نہیں

اُس نے کہا کہ حضرتِ عباسؑ نیک نام — فرمایا ہاں حسینؑ تو آقا ہے وہ غلام
قاصد نے عرض کی کہ جب آئی تھی فوجِ شام — تینوں تھے حرب گاہ میں پروانۂ امام
یوں سب تھے پر انھیں سے تو لشکر کا اوج تھا
عباسِؑ نامدار علمدارِ فوج تھا

گھبرا کے تب یہ کہنے لگی وہ اسیرِ غم — ہے ہے لڑے امام سے کیا بانیٔ ستم
کیا نام میرے بیٹوں کا لیتا ہے دمبدم — حالِ حسینؑ کہہ کہ نکلتا ہے تن سے دم
ہوں میں تو اور فکر میں تو اور فکر میں
ذکرِ غلام کرتا ہے آقا کے ذکر میں

بولا وہ سلسلہ سے سنو جنگ کا بیان — فرمایا خیر کہہ خبرِ عونؑ نوجواں
اس نے کہا کہ سینے پہ اُس کے لگی سناں — بولیں ہزار شکرِ خداوندِ دو جہاں
کام آیا شہ کے عاقبت اس کی نکو ہوئی
میں بھی جنابِ فاطمہؑ سے سرخ رو ہوئی

اب کر بیانِ معرکۂ جعفرؑ جری　　اس نے کہا دکھائی علیؑ کی دلاوری
مارا گیا وہ غیرتِ خورشیدِ خاوری　　یہ سُن کے پڑ گئی تنِ اطہر میں تھرتھری
اتنا کہا کہ صدقے میں اُس نورِ عین کے
وہ بھی نثار ناخنِ پائے حسینؑ کے

مرنے کی دونوں بیٹوں کی جب سُن چکیں خبر　　بارِ الم سے اور بھی خم ہو گئی کمر
رقت کو ضبط کر کے یہ بولی وہ نوحہ گر　　کہہ حالِ جانفشانیٔ عباسؑ نامور
بھائی سے ابنِ مخبرِ صادق نے کیا کیا
معشوق سے جہاد میں عاشق نے کیا کیا

بولا وہ جب شہید ہوا قاسمِ حسنؑ　　اس دم گرا حسینؑ پہ کوہِ غم و محن
نکلے تھے ننگے سر حرمِ سرورِ زمن　　غل تھا کہ رانڈ ہو گئی اک رات کی دلہن
رخصت طلب حسینؑ سے عباسؑ ہوتے تھے
حضرت لپٹ لپٹ کے برادر سے روتے تھے

جس دم سنا یہ ذکر تو صدمہ ہوا کمال　　غصے سے کانپ کانپ کے بولی وہ خوشخصال
پھر کہیو کیا کہا یہ مرے باوفا کا حال　　جیتا تھا وہ شہید ہوا جب حسنؑ کا لال
گریہ کیا تو خوب خوشی میرا دل کیا
اس نے حسنؑ کی روح سے مجھ کو خجل کیا

کیا ہو گئی حمیتِ عباسؑ نوجواں　　اللہ یہ عزیز ہوئی اُس کو اپنی جاں
ظاہر ہوئے وہ امر کہ جن کا نہ تھا گماں　　بس آج سے وہ میرا پسر میں اُس کی ماں
قبرِ علیؑ پہ اُس کی شکایت کو جاؤں گی
یثرب میں اب کسی کو نہیں مُنہ دکھاؤں گی

مُنہ کو پھرا کے سوئے نجف پھر وہ خوشخصال　　چلائی یا علیؑ ولیٔ شیرِ ذوالجلال
آقا سنا حضور نے اپنے پسر کا حال　　اس نے مجھے ضعیفی میں صدمے دیئے کمال
حضرت کا شیر جنگ میں بے غیرتی کر گیا
بچے تو قتل ہو گئے اور وہ نہ مر گیا

قاصد کو اس کلام سے حیرت ہوئی زیاد　　بولا کہ اے ضعیفۂ ناشاد و نامراد
للہ کر نہ شکوۂ عباسؑ خوش نہاد　　سُن پہلے مجھ سے معرکہ آرائی جہاد
تھا عشق اُس کو فاطمہؑ کے نورِ عین سے
عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے

جس طرح سے حسینؑ نے بھائی کو دی رضا　　ہوتا ہے طول گر کہوں سارا وہ ماجرا
خالق کرے نہ عاشق و معشوق کو جدا　　بسمل سے لوٹتے تھے شہنشاہِ کربلا
باہیں گلے میں ڈال کے جس دم لپٹتے تھے
اس دم کلیجے دیکھنے والوں کے پھٹتے تھے

بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا   اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا ؎
ہاتھوں سے سر پہ خاک اُڑانا کہوں میں کیا   منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا ؎
بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہ پہ عباس مر گئے

قاصد جو سب یہ حالِ علمدار کہہ چکا   مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
اُمّ البنینؑ نے شکر کا سجدہ ادا کیا   اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا سوئے کربلا
بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِ عین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا ؎

قاصد سے پھر کہا کہ اب شاہ کا بیان   اس نے کہا کہ جسم میں شہ کے تھی نہ جاں
کھا کر سناں جو مر گیا اکبرؑ سا نوجواں   بس اور بھی حسینؑ ہوئے پیر و ناتواں
اب کیا کہوں کہ دفترِ عالم الٹ گیا
پیاسا گلا حسینؑ کا خنجر سے کٹ گیا ؎

اُمّ البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر   قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئی کدھر
اس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر   جاتے تھے اہلِ بیتِ محمدؐ برہنہ سر
ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشا کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے   سجادؑ سر برہنہ بدرد و الم چلے
روتے سروں کو پیٹتے پابندِ غم چلے   زینبؑ نے لاشِ شہ سے کہا بھائی ہم چلے
مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اٹھاتی ہوں
دربار میں یزید کے سر ننگے جاتی ہوں ؎

ہے ہے مرے مسافرِ کرب و بلا حسینؑ   ہے ہے مرے غریب مرے مہ لقا حسینؑ ؎
ہے ہے تجھے نہ پانی کا قطرہ ملا حسینؑ   ہے ہے تمام تن ترا ٹکڑے ہوا حسینؑ ؎
پیاسے گلے پہ خنجرِ بیداد چل گیا
ہے ہے تڑپ تڑپ کے ترا دم نکل گیا ؎

اے نینوا علیؑ کی بضاعت تجھے ملی   اے کربلا خدا کی امانت تجھے ملی
اے خاک میری ماں کی ریاضت تجھے ملی   لے اے زمیں شمع امامت تجھے ملی
دامن ترا بھرا میری کھیتی اُجڑ گئی
سرحد میں تیری بھائی سے زینب بچھڑ گئی

یہ کہہ کے سر کو پیٹ کے روئی وہ دل جلی   آ کر نجف سے حال مرا دیکھو یا علیؑ
گردن رسن میں آپ کی بیٹی کی ہے بندھی   کہتی یہ ماریہ سے وہ با چشمِ تر چلی
ہے ہے میں کربلائے معلیٰ میں لٹ گئی ؎
پردیس میں آ کے برادر سے چھٹ گئی ؎

کیا لطف زندگی کا جو نقشہ بگڑ گیا — کیوں کر نہ تڑپوں آہ بڑا پیچ پڑ گیا
اس قافلہ کا قافلہ والا بچھڑ گیا — ہے ہے ہمارا کیسا بھرا گھر اجڑ گیا

پردیسیو لٹنے چھاؤنی جنگل میں چھائی ہے
بھائی نے میرے ایک نئی بستی بسائی ہے

مہماں بلا کے ہم سے دغا کی لعینوں نے — کیا کیا نہ ہم پہ جور و جفا کی لعینوں نے
کچھ بھی ذرا نہ شرم و حیا کی لعینوں نے — گردن قفا سے شہ کی جدا کی لعینوں نے

خیمہ جلا کے اہل ستم شاد ہو گئے
ہم کربلا میں آن کے برباد ہو گئے

بھائی پہ میرے سامنے نیزے چلا گئے — تیغ و تبر بدن پہ برابر لگا گئے
شبیرؑ شکر ہی منہ سے کہا کئے — او ترانہ شمر سینہ سے بے سر جدا کئے

روتی رہی میں وہ سر شبیرؑ لے گیا
بھائی کی میرے خوں بھری تصویر لے گیا

بابا ہم غریبوں کی سنتا نہیں کوئی — کس سے کہیں جو ہم پہ مصیبت گزر گئی
در بھی منہ چھپانے کو منہ پر نہیں رہی — سر کھولے شہر شام میں آئی ہیں دل جلی

اعدا ہمیں دکھا کے سر شہ رلاتے ہیں
اب سامنے شفیق کے مجھ سے لیے جاتے ہیں

زینبؑ سے سن کے رونے لگے ساکنانِ شام — پھر اس طرح سے پیٹ کے سر کو کئے کلام
بتلاؤ اے ستم زدہ کیا ہیں تمہارے نام — نیزوں کی نوکوں پر جو چڑھے ہیں یہ تمام

سردار ان میں کون ہے اور کس کا سر ہے
کس برج کے ستارے ہیں کس کے قمر ہیں یہ

بانوؑ نے دیکھ کر سر اکبرؑ کو یہ کہا — اٹھارویں برس یہ چھٹا مجھ سے مہ لقا
کن کن مصیبتوں سے اسے میں نے پالا تھا — مجھ سے چھڑا کے لے گئی اکا ان میں قضا

جنگل بسایا گھر میرا ویران کر گیا
نیزہ جگر پہ کھا کے جوانی میں مر گیا

پھر بولی دیکھ کر سر اصغرؑ نوحہ گر — مجھ بے نصیب ہی کا یہ شش ماہہ تھا پسر
صدمہ جو پیاس کا ہوا ننھی سی جان پر — منہ سے زباں نکال دی ہونٹوں پہ پھیر کر

تیر ستم کے لگتے ہی نقشہ بدل گیا
ہچکی لے ساتھ سینہ سے بس دم نکل گیا

سر پیٹ کر یہ زینبؑ بیکس نے تب کہا — آگے سروں کے نیزے پہ جو ہے سر چاند سا
ہے یہ حسینؑ ابن علیؑ شاہ کربلا — نانا نبیؐ اسی کے ہیں اور ماں ہے فاطمہؑ

مظلوم و بے وطن ہے یہ اور تشنہ کام ہے
بے غسل و بے کفن وہ ہے جس کی بہن ہوں میں

مرثیہ ۵

نمازِ عصر کو جب شاہ نے تمام کیا — جُدا بدن سے لعیں نے سرِ امام کیا
تباہ خیمۂ سلطانِ تشنہ کام کیا — حرم کو اونٹوں پہ بٹھلا کے قصدِ شام کیا

سرِ حسینؑ چلا عترتِ رسولؐ چلی
اُدھر جلو میں علیؑ اور اِدھر بتولؑ چلی

جب ایک روز کے رستہ پہ شہرِ شام رہا — مقیم شب کو ہوئے ایک قریہ میں اعدا
سیدانیوں کو بھی برابر بٹھا دیا اک جا — کہا کہ شام میں کل ہوگا داخلہ سب کا

سنا جو داخلۂ شام تھرتھرانے لگے
جبیں پہ خاک حرم شام سے لگانے لگے

ملا ہے آہ وہ ہمسایہ قیدیوں کو بلا — کہ شورِ نوبتِ شادی تھا دمبدم پیدا
کہا یہ فضہؑ سے زینبؑ نے جا خبر تو لا — یہ اہلِ قریہ بھی دشمن ہیں اہلِ بیتؑ کے کیا

مراد سب کی فقط اپنی نامرادی ہے
ہمارے لٹنے کی گھر گھر جہاں میں شادی ہے

یہ سن کے فضہؑ گئی اور آن کر یہ کہا — وہاں تو اور ہی کچھ ماجرا ہے تم نے سنا
یہ لٹنے کی نوبت نہیں ہے یا شاہا — رئیسِ قریہ کی زوجہ ہے مومنہ بخدا

خدا نے دخترِ خوش رو و مہ لقا دی ہے
یہ اس کے گھر میں تولد کی آج شادی ہے

سن آئی کانوں سے دیکھ آئی آنکھ سے جو تھا — وہ مومنہ تو ہے بی بی کے خانداں پہ فدا
کسی نے نام جو بیٹی کا پوچھا تو یہ کہا — کنیزِ زینبؑ خاتوں رکھا ہے نام اس کا

بس اس پہ سبطِ نبیؐ کی بہن کا سایہ ہے
خدا کا سایہ ہے اور پنجتن کا سایہ ہے

پکاری دخترِ زہراؑ کہ شکر ہے اللہ — دیا ہے قید میں تو نے ہمیں رتبہ و جاہ
کھلے ہیں بال مرے اور بندھے ہیں ہاتھ بھی آہ — عزیز مر گئے ہوں اور گھر بھی ہو گیا ہے تباہ

اگرچہ نام ہمیں اہلِ شام رکھتے ہیں
یہ لوگ بچوں پہ زینبؑ کا نام رکھتے ہیں

پھر اس کو دھیان جو کچھ آیا فضہؑ سے کہا — کہ کہہ دے مومنہ کو یاں کھڑی کھڑی ہو جا
نصیحت اس کو میں کر دوں رہے مجھ کو خوفِ خدا — بتا دوں اس کو اثر بھی ہے نام زینبؑ کا

یہ نام جس کا ہو سب کنبہ کو وہ رو دے گی
میں کیا نہال ہوں جو وہ نہال ہووے گی

کنیزِ فاطمہؑ نے دی جو مومنہ کو خبر — اٹھی وہ نامِ مدینہ سنا تو کہا ہنس کر
ہزار شکر کہ اہلِ مدینہ آئے ادھر — ملے گی اب خبرِ خاندانِ پیغمبر

مقیم اہلِ مدینہ ہوئے قریب مرے
زہے وقار مرا اور خوشا نصیب مرے

خوشی خوشی ہوئی گھر سے وداع وہ نیک انجام   حضورِ زینبؑ بیکس جھکی برائے سلام
جواب دے کے لگی کہنے زینبؑ ناکام   تمہیں نے بیٹی کا اپنی رکھا ہے زینبؑ نام

خواص اُس کا نہ دریافت کر لیا بی بی
یہ نام بیٹی کا رکھا غضب کیا بی بی

ہزاروں نام تھے کچھ ایک ہی یہ نام نہ تھا   تو کیسی ماں ہے کہ بیٹی سے ایسی بے پروا
یہ نام تو نہ سزاوار ہوئے گا حاشا   پکاری مومنہ کہئے تو ہے قباحت کیا

ہے برقرار زمیں آسمان قائم ہیں
انہیں کے نام سے دونوں جہاں قائم ہیں

یہ کیسا نام ہے فرمایئے تو اصل علیؑ   برادر اُس کے حسینؑ و حسنؑ علیؑ بابا
محمد عربی جد ہے اور ماں زہراؑ   پکاری دخترِ زہراؑ یہ تونے راست کہا

یہ کون کہتا ہے وہ اہلِ احترام نہیں
کلام نام میں ہے ذات میں کلام نہیں

نسب تو سب پہ ہے روشن ہے کیوں نصیب کا حال   کہ بچپنے سے ہوئی مبتلائے رنج و ملال
بجائے شیر پیا اُس نے خونِ دل وسال   ہمیشہ فاقہ پہ فاقہ غذا کا یہ احوال

جو چھوٹیوں تو کئی بار حادثے دیکھے
زیادہ سب سے مگر چار حادثے دیکھے

شروع حادثہ تابوتِ مصطفےٰ دیکھا   بندھا رسن میں یداللہ کا گلا دیکھا
شکستہ پہلوئے خاتونِ دوسرا دیکھا   حسنؑ کو زہرِ ہلاہل سے لوٹتا دیکھا

رسولِ حق کو وصیِ رسولؐ کو روئی
حسنؑ کو روئی جنابِ بتولؑ کو روئی

اور اب سنا ہے کہ لوٹی گئی اسیر ہوئی   سپاہِ شام میں سرننگے دستگیر ہوئی
وہ شہر شہر پھری در بدر حقیر ہوئی   تباہ لختِ دلِ حضرتِ امیرؑ ہوئی

خبر ہے شام میں کل اُس کا داخلہ ہوگا
اب آگے علم نہیں اور جانے کیا ہوگا

سُن اتنا زینبؑ جب تو ہوئی آگاہ   پکاری مومنہ کانوں پہ ہاتھ رکھ کر آہ
کہ بس قصور معاف اب نہ کہئے کچھ للّٰہ   یہ کلمے شان میں زینبؑ کے ہیں گناہ گناہ

حسینؑ اُس کا برادر ابھی سلامت ہے
اُسے اسیر کرے کس کی تاب و طاقت ہے

یہ سُن کے دل پہ نہ زینبؑ کے اختیار رہا   پکڑ کے ہاتھ اُٹھی مومنہ کا وہ دُکھیا
گئی وہاں جہاں نیزوں پہ تھے سرِ شہدا   دکھا کے بھائی کا سر مومنہ کو دی یہ صدا

ہے اُس سے پوچھ لے تو میں دروغ گو کب ہوں
یہ سر حسینؑ کا ہے بی بی اور میں زینبؑ ہوں

مرثیہ

پہونچا دیارِ شام میں جب سر امام کا   آراستہ تمام تھا بازار شام کا
مجمع تھا راستہ میں ہر اک خاص و عام کا   اور سر برہنہ کنبہ تھا خیر الانام کا
قیدی تھے سب اَٹے ہوئے گرد و غبار میں
اور تھا دُکھ رہا تن عابد بیمار میں ؎

تھا سب کے آگے آگے وہی زار و ناتواں   طوق گراں گلے میں تھا پاؤں میں بیڑیاں
کھنچ سکتی تھی نہ ہاتھ سے اونٹوں کی رسیاں   ایذا رگوں کو دیتی تھی زنجیر کی کساں
خوں ہو گیا تھا خشک یہ امت کا جور تھا ؎
گویا کہ سارے تن میں تشنج کا طور تھا ؎

منہ منگے دیکھ دیکھ کے ہنستے تھے بے حیا   کہتا تھا کوئی ہے یہی کنبہ رسول کا ؎
دیکھو اسیر خلفِ ابنِ مرتضیٰؑ   دیکھو ہے ایک رات کی بیوہ کا سر کھلا ؎
کنگنا بھی ہے بندھا ہوا دستِ حنائی میں ؎
بستہ رسن بھی ہے اُسی نازک کلائی میں ؎

جس نیزہ پر دھرا تھا سرِ ابنِ مرتضیٰؑ   ناگاہ چلتے چلتے وہ رستہ میں رک گیا
ہر چند زور کرتا تھا خولی بے حیا   پر ہوتی تھی جگہ سے نہ جنبش اسے ذرا
بازو تھکے یہ زور گھٹا اہلِ شام کا
لیکن نہ اُس جگہ سے بڑھا سر امام کا

تب دے کے تازیانہ بڑھا شمر بد یقیں   آیا جناب سید سجادؑ کے قریں
بدعت وہ کی کہ رہ گئی تھرا کے سب زمیں   سر اپنا پیٹنے لگی تب زینبؑ حزیں
جب خون تازیانہ میں دیکھا بھرا ہوا ؎
کہرام اہلِ بیتِ نبیؐ میں بپا ہوا ؎

اس ظلم پر تھا دیکھنے والوں کو بھی عجب   نیزہ پہ رو رہا تھا سرِ شاہِ تشنہ لب
آ کر قرینِ نیزہ یہ سجادؑ بولے تب   کیوں میرے بابا آگے نہ بڑھنے کا کیا سبب
بیکس کو تازیانہ یہ اعدا لگاتے ہیں ؎
اب مجھ سے تازیانے نہیں کھائے جاتے ہیں ؎

اعجاز سے حسینؑ نے اُس دم صدا یہ دی   اُشتر سے میری پیاری سکینہ ہے گر پڑی
دیکھے کوئی کہاں ہے وہ آغوش کی پلی   بہلاؤ ڈھونڈھ کر اُسے تم اونٹ پر ابھی
اس واقعہ نے رانڈوں کے دل کو ہلا دیا
اُشتر سے خود کو بنتِ علیؑ نے گرا دیا ؎

زینبؑ نے اُس گھڑی جو نظر کی اِدھر اُدھر   دیکھا کہ اک معظمہ بیٹھی ہیں خاک پر
کالا لباس جسم میں پہنی ہیں سر بسر   زانو پہ بنتِ شاہ کا رکھے ہوئے ہیں سر
آنسو رواں ہیں آنکھوں سے اور بے پناہ ہے
اس قتلِ گوں مدار پہ ہر دم نگاہ ہے

شفقت سے بار بار یہ کہتی تھیں برملا — اس کم سنی میں تیری مصیبت کے میں فدا
قہرِ خدا سے شمرِ ستمگر نہ کچھ ڈرا — کانوں سے بندے چھین لئے وا مصیبتا

بے رحم نے یتیم کے دل کو دکھایا ہے ؎
بہہ بہہ کے خون کانوں کا کرتے پہ آیا ہے ؎

بنتِ علیؑ نے دیکھ کے یہ مہربانیاں — کی عرض بڑھ کے آپ پہ قربان میری جاں
احسان یہ زیادہ مجھ پہ کہ جس کا نہیں بیاں — دے اجر اس کا آپ کو خلاقِ دو جہاں

ماں سرپرست فاطمہؑ بابا علیؑ نہیں ؎
ہم بیکسوں کا پوچھنے والا کوئی نہیں ؎

آگاہ ہوں کہ آپ کا ہے کیا حسب نسب — کیوں سر کھلا ہے آپ کا اس کا ہے کیا سبب
کیا نوجواں پسر سے ہوا ہجر ہے غضب — چہرے پہ خون کس کا ملا ہے بصد تعب

یادِ شہادتِ شہِ بیکس رلاتی ہے
بُو اس لہو سے تو مرے بھائی کی آتی ہے

فرمایا اُن معظمہ نے تب بہ شور و شین — پہچانا تم نے مجھ کو نہ اے میری نورِ عین
میں وہ ہوں جس کو بعدِ فنا بھی نہ ہو چین — زانو پہ میرے کاٹا گیا ہے سرِ حسینؑ

زہراؑ ہے میرا نام فلک کی ستائی ہوں ؎
میدانِ کربلا سے ترے ساتھ آئی ہوں ؎

گردن میں باہیں ڈال کے زینبؑ نے یہ کہا — اماں اٹھائے ظلم جو ہم نے بیاں ہو کیا
لشکر ہمارے بھائی کا سب قتل ہو گیا — یاں تک کہ چھ مہینے کا بچہ نہیں بچا

ٹوٹی تھیں فوجیں آپ کے اک نورِ عین پر
لاکھوں کی تھی یورش تنِ تنہا حسینؑ پر ؎

ناوک تھے اس قدر تنِ مجروح پر لگے — جب داہنے عذار کے بل خاک پر گرے
تیروں پہ قتلگہ میں معلق پڑے رہے — پہنچے زمیں پہ شمرِ ستمگر کے بوجھ سے

لوگوں کے منہ کو آئے جگر دل الٹ گئے
دب دب کے اور زخم تنِ شاہ پھٹ گئے

؎ کس طرح سے بیاں ہو سکتا حسینؑ کا — وہ اپنے ہاتھ پاؤں پٹکنا حسینؑ کا ؎
؎ حسرت سے سوئے خیمہ وہ تکنا حسینؑ کا — وہ شدتِ عطش سے پھڑکنا حسینؑ کا ؎

لب کھولے وقتِ تشنہ دہانی حسینؑ نے
پایا نہ ایک بوند بھی پانی حسینؑ نے ؎

لاشہ بھی دشتِ ظلم میں پامال ہو گیا — نیزے پہ بھی چڑھا سرِ فرزندِ مصطفےٰ
ملبوس چاک چاک تو اعدا نے لے لیا — غسل و کفن نہ بیکس و مظلوم کو دیا

؎ جا ہے یہ خاک اڑانے کی اور شور و شین کی
اب تک لحد بنی نہیں میرے حسینؑ کی ؎

جب آئی شام کی بستی میں ننگے سر زینبؑ — اسیر و مضطر و بیتاب نوحہ گر زینبؑ
منہ اپنا بالوں سے ڈھانپے تھی اونٹ پر زینبؑ — یہ رو رو کہتی تھی ہر دم بچشم تر زینبؑ
بہن حسینؑ کی ہوں فاطمہ کی جائی ہوں
میں کربلائے معلیٰ سے لٹ کے آئی ہوں ہ

اوجاڑا سیہ میں ہو گیا چمن میرا — بچھڑ گیا علی اکبرؑ سا گلبدن میرا
ہوا شہید ہر اک شیرِ صف شکن میرا — پڑا ہے بھائی بیاباں میں بےکفن میرا
نبیؐ کی آل کو اہلِ جفا نے لوٹ لیا
ہمارے کنبہ کو رن میں قضا نے لوٹ لیا ہ

ہمارے پیارے کو مہمان بلا کے مارا ہے — علیؑ کے لال کا خنجر سے سر اُتارا ہے
ہر اک شہید جفا تشنہ لب سدھارا ہے — ہر ایک گل سا بدن رن میں پارہ پارہ ہے
چمن پہ فاطمہؑ کے آ گئی خزاں افسوس ہ
نشانِ مرتضویؑ کا مٹا نشان افسوس ہ

ہماری تھی جو بضاعت اُجڑ گئی ہے ہے — بہن حسینؑ سے رن میں بچھڑ گئی ہے ہے
ہماری زیست کی صورت بگڑ گئی ہے ہے — اک اور تازہ مصیبت گزر گئی ہے ہے
بندھے ہیں ہاتھ منہ اپنا چھپا نہیں سکتی ہ
یہ حکم ہے کہ زباں بھی ہلا نہیں سکتی ہ

سوار اونٹ پہ ہیں اور ردا نہیں سر پر — چھپائے رہتے ہیں بالوں سے منہ کو شام و سحر
گزرتے ہیں ہمیں فاقوں پہ فاقے اونٹوں پر — یہ ضعف ہے کہ غش آ جاتا ہے ہمیں اکثر
جو چادر ہمیں بھی کوئی رحم کھا کے دیتا ہے ہ
تو شمر آ کے اسی وقت چھین لیتا ہے ہ

یہ بین کرتی تھیں اشتر پہ زینبؑ دلگیر — قریب اونٹ کے لایا لعیں سرِ شبیرؑ
پکڑ کے ہاتھوں سے دل کو تڑپ گئی ہمشیر — پکاری بھائی بچا لو ہمیں کسی تدبیر
تمہارے مرنے سے ایذا اٹھاتی ہے زینبؑ ہ
لعیں کے سامنے سر ننگے جاتی ہے زینبؑ ہ

سکینہؑ بولی کہ اماں بتاؤ میں قرباں — یہ کس کے سر سے بھی بات کرتی ہیں اس آں
پکارا شاہ کا سر تم کو باپ کا نہیں دھیان — بس اتنے روزوں میں ہم کو بھلا دیا مری جاں
خبر نہیں نہیں کس بھوکے پیاسے کا سر ہے
لہو میں غرق نبیؐ کے نواسہ کا سر ہے ہ

سکینہؑ بالی نے تب ہاتھ جوڑ کر یہ کہا — معاف ہو مری تقصیر اے مرے بابا
کہ مجھ ستم زدہ نے تھا نہ تم کو پہچانا — ورم سے آنکھوں کے مجھ کو نہ کچھ دکھائی دیا
طمانچے شمر کے کھائے ہیں بارہا میں نے ہ
رسن سے ظلم کی بندھوا دیا گلا میں نے ہ

پھر آئی سر سے ندا جو ستم ہوا تجھ پر   اے میری لاڈلی نیزے سے دیکھتا تھا پدر
لئے تھے شمر نے کانوں سے جب ترے گوہر   تڑپ رہی تھی ہماری بھی روح نیزے پر

رواں تھے اشک نہ تجھ کو قرار آتا تھا
سناں پہ مجھ کو بھی غش بار بار آتا تھا

یہ کہہ رہا تھا سرِ شاہ اور اشک تھے جاری   سر اور ننھا سا نیزے پہ لایا اک ناری
قریب بانوئے مضطر کے لایا اک باری   پکاری رو رو کے اس کو یہ درد کی ماری

اے میرے لال مرے بےکفن حزیں اصغر
سناں پہ چڑھ کے اب آئے مرے قریں اصغر

اے میرے راحتِ جاں تیرے پر کیا مسکن   پڑا ہے خاک پہ لاشہ ملا نہ گور و کفن
سرِ سناں لئے پھرتے ہیں دربدر دشمن   ہماری گود میں آ جاؤ میرے رشکِ چمن

غمِ فراق میں منھ آنسوؤں سے دھوتی ہوں
تمہارے واسطے میں صبح و شام روتی ہوں

پدر کے بعد بتاؤ تم پہ کیا گزری   تمہاری ننھی سی میت کو کس نے ایذا دی
زمیں پہ بھی تو تری لاش ابھی اٹھی ہوگی   پھر اس حلق پہ میت کے کس لعین نے چھری

لحد ملی نہ تجھے ہائے اے پسر افسوس
لعیں نے کاٹ لیا تن سے سر ترا افسوس

یہ دودھ بالچوں میں لیا بھرا ہے مرا لال   ہوئی تر ہو کے کس طرح یہ جبل و عبا
اٹے ہیں خاک میں تیرے یہ گورے گورے گال   دہن کھلا کہ مرنے میں تشنگی ہے کمال

کیا نہ خوفِ رسولِ خدا لعینوں نے
غضب ہے لاش پہ بھی کی جفا لعینوں نے

کہو تو حال کچھ اے میرے یوسفِ ثانی   پیو گے دودھ کیا تم نے پی لیا پانی
یہ کیسی ظالموں نے کی تمہاری مہمانی   گلا بھی کٹ گیا سر بھی کٹا مرے جانی

تمہارے دردِ جدائی نے مار ڈالا ہے
ترے فراق نے گھر سے ہمیں نکالا ہے

کبھی یہ ماں تمہیں نہ یاد آئی ہوگی اے دلبر   کہو تو سوتے ہو تم شب کو کس کی چھاتی پر
کہیں ڈرے تو نہ جنگل میں میرے رشکِ قمر   بتاؤ دادی نے کیا کیا دیا تمہیں اصغر

پدر کا ساتھ دیا ہم سے منہ کو موڑ گئے
کھلے سر اونٹ پہ پھرنے کو ہم کو چھوڑ گئے

اے میرے راحتِ جاں ہو یہ ماں ترے قرباں   اے میرے منہ لیوں والے یہ ماں ترے قرباں
مجھے بھی پاس بلا لے یہ ماں ترے قرباں   اے میرے گھر کے اجالے یہ ماں ترے قرباں

گلے پہ تیرِ ستم کھا کے مر گئے بیٹا
ہماری گود کو ویراں کر گئے بیٹا

مرثیہ

حرم قلعۂ خیبر میں کے برابر آئے غل ہوا کعبہ سے مولا مع لشکر آئے
بیر میں نے کہ ارمان دلی بر آئے مرے مولا مرے سلطان مرے سرور آئے

نور حق شان خدا قدرت باری دیکھو
جاؤ لوگو مرے آقا کی سواری دیکھو ؛

ری صف میں حسینی علم آتے ہوں گے ہاشمی دبدبہ ہاشم کا دکھاتے ہوں گے
داخلہ کے طبل بجاتے ہوں گے خضر اس قافلہ میں پانی پلاتے ہوں گے

دل کو نور رخ مولا سے تسلی ہوگی
کوہ پر طور کے مانند تجلی ہوگی

سے روشن ہے مدینہ وہ قمر آتے ہیں جن کا مدفن ہی نجف ہے وہ گھر آتے ہیں
اگر عرش پہ ہے وہ سے گھر آتے ہیں یہ خبر اس کو نہ تھی نیزوں پہ سر آتے ہیں ؛

کہہ رہی تھی کہ چراغ حرمین آتا ہے
اے مسلمانو مبارک کہ حسین آتا ہے ؛

بی بی کی امیرانہ سوار ہوگی ناقہ پہ عرش کے مانند عماری ہوگی
زر پہ کسریٰ کی وہ پیاری ہوگی گہنا سب تحفہ تو پوشاک بھی بھاری ہوگی ؛

بیر قیں نور کی ہاتھوں میں کشادہ ہونگی
فوجیں حوروں کی سواری میں پیادہ ہونگی ؛

؛ بی بی گودی میں سکینہ کو بٹھائے ہوگی چھاتی سے اصغر ناداں کو لگائے ہوگی ؛
چاند کے ٹکڑوں کو دامن میں چھپائے ہوگی دونوں پر گوشہ چادر کو اڑھائے ہوگی

یہ نہ معلوم تھا وارث نہیں اصغر بھی نہیں ؛
تاج و مسند کہاں برقع نہیں چادر بھی نہیں ؛

تھا خیال اس کو کہ چوگرد تو یاور ہوں گے بیچ میں لشکر اسلام کے سرور ہوں گے
گھوڑوں پر ناقہ زینب کے برابر ہوں گے پردہ محمل کا سنبھالے علی اکبر ہوں گے ؛

واں نہ محمل تھا نہ حشمت تھی نہ زیبائی تھی ؛
سر شبیر کے ہمراہ بہن آئی تھی ؛

سنتی ہوں قاسم و کبرا کی ہوئی ہے شادی دولہا آقا کا بھتیجا دلہن آقازادی
دوں گی اس بیاہ کی میں نذر مبارک بادی یہ نہ تھا علم کہ شادی میں ہوئی بربادی

گھونگٹ الٹا جو دلہن نے یہ تماشا دیکھا
بیاہ کے تخت پہ نوشاہ کا لاشہ دیکھا ؛

شوکت آمد سادات کا سن کے بیاں مرد نہ عورت ہوئے قریب سے زیبا کو رواں
اور مدارات کا شیریں نے کیا یاں ساماں فرش آنکھوں کو کیا جھاڑ کے پلکوں سے مکاں

ظرف دھو دھو کے رکھے آب و غذا کی خاطر
کھانے تیار کئے آل عبا کی خاطر ؛

سند آراستہ کی سبطِ پیمبر کے لئے کشتیاں ہدیہ کی ذریتِ حیدر کے لئے
جھولا دالان میں ڈالا علی اصغر کے لئے لاکے گلدستہ برابر چنے اکبر کے لئے
جام شربت کے بھرے ابنِ حسن کی خاطر
گہنا پھولوں کا منگا رکھا دلہن کی خاطر

روک دی سامنے دروازہ کے پردہ کی قنات اور چلائی یہ ہمسایوں کو وہ خوش ذات
صاحبو جوڑ کے ہاتھوں کو میں کہتی ہوں یہ بات جب تلک آتے نہ لگیں سادات رفیع الدرجات
پاؤں مردوں کا نہ دروازوں پہ پڑنے دینا
اپنے لڑکوں کو بھی کوٹھے پہ نہ چڑھنے دینا

دفن زہراؑ کی تو تم نے بھی سنی ہوگی خبر لونڈیاں رات کو نکلی تھیں جنازہ لے کر
ساتھ تابوت کے مردوں میں فقط تھے حیدرؑ یا حسینؑ اور حسنؑ پیٹتے تھے سینہ و سر
گر پڑی صبح کو چادر جو سر زینبؑ سے
شمس طالع نہ ہوا چرخ پہ حکم رب سے

میر ناگہاں راہ میں برپا ہوا شورِ ماتم سن کے منہ فق ہوا دل ہل گیا تھرائے قدم
دیکھنے کو جو گئے تھے حشم شاہِ امم وہ زن و مرد پھر آئے خاک اڑاتے باہم
سخت بے چین ہوئی طالبِ آرام حسینؑ
دل پہ انگشت شہادت سے لکھا نام حسینؑ

کہا شوہر سے خبر لا کہ یہ غل ہے کیسا کس پہ آفت پڑی گھر کس کا لٹا کون موا
رونے والوں کو مری سمت سے جا کر سمجھا بدشگونی نہ کرو آتا ہے ابنِ زہراؑ
یہ محل شکر کا ہے وقت مناجات کا ہے
داخلہ آج یہاں آرزوئے حاجات کا ہے

عقدے کھل جائیں گے جب ہونٹ ہلائیں گے حسینؑ اگر کوئی پیار سے بچھڑا ہو ملائیں گے حسینؑ
مر گیا ہوگا کوئی تو جلائیں گے حسینؑ جامِ صحت کے مریضوں کو پلائیں گے حسینؑ
ایک شبیر کو اللہ نے کیا کیا بخشا
رخِ یوسف کفِ موسیٰ دمِ عیسیٰ بخشا

ایک عورت نے یہ باہر سے پکارا ناگاہ اری شبیر لٹے تیرے ارمان ملے خاک میں آہ
گھر کا گھر ہو گیا خاتونِ قیامت کا تباہ وارثِ آلِ نبیؐ مر گیا انا للہ
ہم زیارت کو گئے تھے سو یہ محشر دیکھا
لے تری حضرتِ زینبؑ کو کھلے سر دیکھا

بے تحاشا وہ یہ کہتی ہوئی دوڑی باہر خاک منہ میں ترے کس منہ سے یہ دیتی ہے خبر
کون زینبؑ جسے دیکھ آئی ہے تو ننگے سر وہ پکاری کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی خواہر
اک فقط میں ہی نہیں دیکھ کے سب آئے ہیں
رسیاں باندھ کے شانوں میں عدو لائے ہیں

مرثیہ ۹

محشر کی صبح آج نمایاں ہے شام میں ۔ کنبہ شفیع حشر کا ہے اژدحام میں
سر ننگے روح فاطمہؑ ہے اہتمام میں ۔ خاصانِ ذوالجلال ہیں بلوائے عام میں

جبریلؑ کی حوزادیاں تشریف لائی ہیں
مشکل کشا کی بیٹیاں بندی میں آئی ہیں

ہیں بیچ میں کھلے ہوئے آلِ عبا کے سر ۔ نیزوں پہ اُن کے گرد ہیں فوج خدا کے سر
بچوں کے سر بزرگوں کے سر اقربا کے سر ۔ روتے ہیں وارثوں کے سروں کو دکھلا کے سر

سر رکھ کے زانوؤں پہ جو وارث کو روتے ہیں
ظالم سروں میں نیزوں کی نوکیں چبھوتے ہیں

نیزہ پہ حرملہ کے چمکتا ہے اک ہلال ۔ بکھرے ہوئے ہیں چاند سے منہ پر جھنڈولے بال
اولاد والے کہتے ہیں اے ربِ ذوالجلال ۔ اس بے زباں کے خون کا کس نے لیا وبال

گردش میں ہائے ہائے یہ کس کا ستارہ ہے
یہ کربلا میں کہتی تھی بانو ہمارا ہے

ناگہ ہوا یزید کا در آوازہ آشکار ۔ حاضر نقیب حاجب و درباں و چوبدار
تیغیں علم کئے ہوئے جلاد نابکار ۔ مجرائی بے حساب تماشائی بے شمار

ایوان میں بھی رقص کا ساماں تمام تھا
پر انتظار عترت خیرالانام تھا

بولے سب ایکبار وہ آئے گناہ گار ۔ آئے قصور وار وہ آئے گناہ گار
جلاد و ہوشیار وہ آئے گناہ گار ۔ وہ آئے بے دیار وہ آئے گناہ گار

جب سے کہ آسمان خدا نے بنائے ہیں
آلِ رسولؐ آج ہی بندی میں آئے ہیں

روکا عمر نے بڑھ کے علم کو سپاہ کو ۔ مجرا پرا جما کے کیا بارگاہ کو
اور ہنس کے دیکھا آلِ رسالت پناہ کو ۔ آواز دی تبیرۂ شیر الہٰ کو

ہاں ہاں ہمارا روکنا اونٹوں کو تھامنا
اب ہے یزید کے درِ دولت کا سامنا

پہونچے مراد کو سفر اپنا تمام ہے ۔ اترو اسیرو اترو ادب کا مقام ہے
آگے تو آستانۂ سلطانِ شام ہے ۔ دیکھو تو کیا جلال ہے کیا احتشام ہے

اس کی ولا میں عرش کو ہم نے ہلا دیا
گھر پنجتنؑ کا خاک میں بالکل ملا دیا

سننا یہ تھا کہ سب کے جگر پہ چھری چلی ۔ اونٹوں سے اُتریں بی بیاں کہہ کہہ کے یا علیؑ
آنکھیں پھرا کے رہ گئی بانو کی لاڈلی ۔ روحِ حسینؑ کو ہوئی جنت میں بے کلی

طاقت بدن کی گھٹ گئی اور ضعف بڑھ گیا
اونٹ سے رہ گئے ہاتھ پر تو وہ سر کا جھڑ گیا

سینہ میں دم ابھی نہ سمٹنے تھے یہ غضب   جو آئے ریسماں لئے ہاتھوں میں بے ادب
بڑھ کے پوچھا بیبیوں نے تجویز کیا ہے اب   بولا عمر کہ مجلسِ حاکم میں ہے طلب
منظور ہے کہ روحِ علیؑ پھر ملول ہو
مجمع میں روبکاریِ آلِ رسول ہو

مظلومیت سے رو کے یہ مظلوموں نے کہا   حاکم کی یہ خوشی ہے تو پھر عذر ہم کو کیا
زاری تو پھر بچے بے مقنع و ردا   آساں کرے گا مشکل دربار بھی خدا
حاضر ہیں لے چلو ہمیں گھیرا ہوئے چلو
سر پر نہیں حسینؑ جہاں چاہو لے چلو

پھر اب بھی اوڑھنے کیلئے دو گے یا نہیں   حاکم کا سامنا ہے سروں پر ردا نہیں
اپنے ہو اپنے شہر میں یہ بھی حیا نہیں   کیسے عرب ہو تم کہ حمیت ذرا نہیں
سیدانیوں کی کچھ تو مدارات چاہیئے
چادر بجائے ہدیہ و سوغات چاہیئے

وہ بولے اب قبول کوئی التجا نہیں   سب سے حیا ہے پر نہیں تم سے حیا نہیں
حاکم کے دشمنوں پہ ترحم روا نہیں   مجرم کو احتیاجِ لباس و ردا نہیں
آلودہ وارثوں کے لہو سے جبیں تو ہے
چہروں پہ اور خاک لگا لو زمیں تو ہے

بیبیاں پکاریں سچ ہے حقیقت میں کچھ نہیں   پر اپنا منہ تو خاک کے قابل بھی اب نہیں
وہ وقت ہے کہ ہم سے کنارہ کرے زمیں   پیوندِ خاک کیوں نہ ہوئے پیشِ شاہِ دیں
منظور ہے یہی کہ سروں پہ ردا نہ ہو
سر ننگے ہی چلیں گے ہم اچھا خفا نہ ہو

پر اتنا ٹھہرو وارثوں کے سر سے پوچھ لیں   شاہِ امم کے فرقِ منور سے پوچھ لیں
دربار جائیں کہ علی اکبرؑ سے پوچھ لیں   عباسؑ ابنِ حیدرِ صفدر سے پوچھ لیں
مردہ نہ سمجھو زندہ یہ حیدر کے پیارے ہیں
مختار ہم نہیں ہیں یہ مالک ہمارے ہیں

نیزوں پہ نصب تھے جو شہیدوں کے سر تمام   زینبؑ نے بڑھ کے بھائی کے سر کو کیا سلام
چلائی کیوں نہ ہیچ فدا شاہِ تشنہ کام   مرضی ہے کیا حضور کی کہتے ہیں کیا امام
دربار مٹ گیا ترا خوں رن میں بہہ گیا
میرے لئے یزید کا دربار رہ گیا

نامِ حسینؑ سن کے جو بچے بہلتے ہیں   سجادؑ سر جھکائے ہوئے ہاتھ ملتے ہیں
بولو حسینؑ بولو کہ اب دم نکلتے ہیں   آئی ندا کہ تم بھی چلو ہم بھی چلتے ہیں
اس دم جو سر کھلے ہوئے دربار جاؤ گی
امت کے بخشوانے کو محشر میں آؤ گی

مرثیہ ۱۰

آمد ہے اہلِ بیتِ پیمبرؐ کی شام میں — گیسو کھلے ہوئے ہیں عزائے امام میں
سر پیٹتی ہے فاطمہؑ دارالسلام میں — زینبؑ یہ نوحہ کرتی ہے بلوائے عام میں
لوگو خبر کرو مرے نانا رسولؐ کو
بلوے میں شمر لایا ہے بنتِ بتولؑ کو

نانا تری نواسی کے سر پہ ردا نہیں — اور اہلِ شام دیکھنے میں کچھ حیا نہیں
عابدؑ غریب مرتا ہے تپ سے دوا نہیں — بیہوش ننھے بچے ہیں آب و غذا نہیں
دل سب کے کانپتے ہیں بدن تھرتھراتے ہیں
اب سامنے یزید کے سادات جاتے ہیں

ہیں اک رسن میں باندھے گلے وامصیبتا — روتے ہیں گودیوں کے پلے وامصیبتا
بس میں ستمگروں کے چلے وامصیبتا — خاکِ عزا ہیں منہ پہ ملے وامصیبتا
مشکل قدم اٹھانا تھا اس ازدحام میں
یوں عترتِ نبیؐ گئی بلوائے عام میں

زینب تڑپ کے اونٹ پہ کرتی تھی یہ بیاں — دربار میں طلب ہوئے سادات ناگہاں
اونٹوں سے اتریں بی بیاں سب کہہ کے الاماں — پیش یزید لے گئے ظالم کشاں کشاں
مانندِ حشر عام تھا دربار عام تھا
اور ننگے سر حسینؑ کا کنبہ تمام تھا

مطرب ترانہ سنج تھے رقاص شادماں — پڑھتے تھے تہنیت کے قصیدے قصیدہ خواں
حاضر وکیل روم و ختن باشکوہ و شاں — ہاتھوں پہ نذر سنج لئے خورد اور کلاں
چلاتی تھی بتولؑ یہ ظلم شدید ہے
یارب ترے حسینؑ کے مرنے کی عید ہے

ناگاہ بڑھ کے شمرِ لعیں نے کیا سلام — بولا کہ اے امیر یہ شادی کا ہے مقام
امیدوارِ خلعت و جاگیر ہے غلام — حاضر ہیں سر شہیدوں کے اور عترتِ امام
بڑھ کر پکارا امّرہ کہ اپنا جگر ہے یہ
لے ہم شبیہ خاص پیمبرؐ کا سر ہے یہ

واللہ اس کے رنج و الم میں بصد بکا — فرزندِ بوترابؑ بہتّر جگہ گرا
یہ ذکر تھا کہ حشر کا ساماں ہو گیا — گھبرا گیا یزید کہ یہ کیا غضب ہوا
دیکھا تو حرملہ بھی بہت شاد آتا ہے
سر ایک چھوٹے بچے کا ہاتھوں پہ لاتا ہے

ہے خونِ حلق حلق کے اوپر جما ہوا — ننھا سا منہ ہے پیاس کے مارے کھلا ہوا
باچھوں میں دودھ دونوں طرف ہی بھرا ہوا — سوراخ تیرِ ظلم گلے میں پڑا ہوا
اس خوں بریز یزید نے جس دم نگاہ کی
اس سے بھی ضبط ہو نہ سکا رو کے آہ کی

کہا کہ اس نے بھلا کی تھی کیا خطا تو نے اسے نشانہ کیا تیرِ ظلم کا
بچے پہ بھی نہ کھایا ترس تو نے بے حیا یہ ننھا سا گلا وہ ترا ناوکِ جفا

بتلا تو کس فلک کا یہ مہرِ منیر ہے
بانو پکاری بڑھ کے یہ میرا صغیر ہے

حیران کھڑے تھے سب حرمِ شاہِ مشرقین مہرِ سکوت لب پہ نہ شکوہ نہ شور و شین
زینبؑ نے دیکھا تخت پہ ناگہ سرِ حسینؑ بے ساختہ تڑپ کے یہ کرنے لگی وہ بین

ہے ہے نہ موت آئی مجھے راہِ شام میں
بھیا مرا سلام لو دربارِ عام میں

حاضر تھے سامنے جو وکیلانِ ہوشیار تھا اُن میں ایک مردِ نصارا خجستہ کار
سلطانِ ملکِ روم کا تھا واقعہ نگار اس سانحہ کو دیکھ کے بولا وہ ایک بار

کہہ اے یزید سر ہے یہ کس باوقار کا
جاری لبوں سے شکر ہے پروردگار کا

جلدی بتا کہ کون ہے یہ آسماں وقار ہے بادشاہ ہند کہ ایران کا شہریار
تنہا تھا یا کہ ساتھ تھے کچھ یار و غمگسار کس جرم پر گلے سے ملی تیغِ آبدار

ہیں قید یہ جو صاحبِ عصمت سپاہ میں
کیا ساتھ اہلِ بیت بھی تھے قتل گاہ میں

اُن کی مصیبتوں سے کلیجہ فگار ہے مثلِ چراغِ صبح دموں کا شمار ہے
کس کے چمن کا گل یہ غریب الدیار ہے جس کے گلے میں طوقِ گراں خار دار ہے

یہ دخترِ صغیر جو مرتی ہے جان سے
تو کہہ تو کھول دوں میں گلا ریسماں سے

تجھ کو تو جشنِ عیش ہے میرا بُرا ہے حال اس سر کے دیکھنے سے کلیجہ ہے پائمال
کہتا ہوں لکھ کے دل میں ہی شانِ ذوالجلال کس نے کیا ہے کتابِ خدا کو لال

یہ تو بتا کہ کون یہ عالی مقام ہے
کس کا یہ فرقِ پاک ہے کیا اس کا نام ہے

بولا سرِ غرور ہلا کر وہ بے حیا نام اس قتیلِ کرب و بلا کا حسینؑ تھا
پوچھا حسینؑ کون کہا ابنِ مرتضیٰؑ کی عرض ماں کا نام کہا اس نے فاطمہؑ

بولا وکیل کون وہ عالی مقام ہے
اس نے کہا کہ دخترِ خیر الانام ہے

پھر بولا یوں فرنگی سے حاکم کر اے جواں واقف تو مصطفےٰ سے ہے اُس نے کہا کہ ہاں
انجیل میں وہ ہے نبیِ آخر الزماں حاکم پکارا خیر نہیں حاجتِ بیاں

یہ اُس نبی کا چھوٹا نواسا حسینؑ ہے
ابنِ علیؑ ہے فاطمہؑ کا نورِ عین ہے

یہ سن کے تب یزید سے بولا وہ خوش سیر نیزوں پہ رکھ کے لائے ہیں جو بیکسوں کے سر
کیا جانتے نہ تھے شہِ والا کو اہلِ شہر زینبؑ پکاری آہ نہ تھا کچھ خدا کا ڈر

پہچانتے تھے سب یہ شہِ مشرقین کو
مارا ہے جان بوجھ کے بھائی حسینؑ کو ٭

زینبؑ کے اس کلام سے محشر ہوا بپا تھرائے مثل بید فرنگی کے دست و پا
غصہ میں آ کے حاکم بے رحم سے کہا او دشمنِ نبیؐ تجھے غارت کرے خدا

پڑھ کر نماز کعبۂ دیں کو گرا دیا ٭
قبلہ کو سجدہ کر کے حرم کو مٹا دیا ٭

دیکھا یزید نے جو فرنگی کو بے قرار سمجھا یہ ہے محبِ امامِ فلک وقار
نصرانی سے یہ کہنے لگا وہ ستم شعار کیا تو حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہے دوستدار

کیوں بے ادب لحاظ نہیں کچھ مرا تجھے
ہے شرط اس کلام کی اب دوں سزا تجھے

اس نے کہا خدا تجھے غارت کرے شتاب تیرا ہے کیا ادب جسے شرم نے حجاب
کیا کیا ذلیل ہے رنج تو اے خانماں خراب یہ اژدحام اور یہ آلِ ابوتراب

تو کیا جواب حشر میں دے گا رسولؐ کو
مارا ہے کلمہ پڑھ کے یتیمِ بتولؑ کو ٭

جب محفلِ یزید میں داخل حرم ہوئے غش آ گیا ہر قدم پہ یہ ظلم و ستم ہوئے
زینبؑ پکاری حادثے ایسے بھی کم ہوئے سر کٹ گیا حسینؑ کا سرنگوں ہم ہوئے

کیوں آسمان گر نہیں پڑتا دوہائی ہے
زہراؑ کی بیٹی سامنے حاکم کے آئی ہے ٭

موجود انجمن میں صغیر و کبیر ہیں حاکم کے گرد کرسیوں پر سب امیر ہیں
خاصانِ ذوالجلال ذلیل و حقیر ہیں مشکل کشا کے خورد و کلاں سب اسیر ہیں

کہہ دے کوئی علیؑ سے یہ دارالسلام میں
زینبؑ کا داخلہ ہوا دربارِ عام میں ٭

اے لوگو کربلا سے مرے بھائی کو بلاؤ اے لوگو میرے گیسوؤں والے کو لاؤ
اے لوگو میرا حادثہ عباس کو سناؤ اے لوگو یادگارِ حسنؑ سے کہو کہ آؤ

قاسمؑ سے ہائے کچھ نہ کہا اس گھڑی ہوئی
یہ بال کھولے کس کی دولہن ہے کھڑی ہوئی ٭

ہو کر اسیر دخترِ حاتم جو آئی تھی نانا نے میرے خود اسے چادر اڑھائی تھی
پوشاک ماں نے ایک نئی مجھ کو پہنائی تھی سب کو یہ پاس تھا کہ سخی کی وہ جائی تھی

امت کو ہائے پاس رسولِ خدا نہیں
زینبؑ برہنہ سر ہے اور ان کو حیا نہیں

بابا کو میرے پوچھو تو کیا سخی ہے وہ مشکل کشا ہے کُل کا خدا کا ولی ہے وہ
نانا کو میرے دیکھو تو سب کا ولی ہے وہ بھائی کے صدقے فخر نبیؐ و علیؑ ہے وہ

میری خبر اسیری میں لیتا نہیں کوئی
کپڑا بھی منہ چھپانے کو دیتا نہیں کوئی

دربار میں یزید کے ہر سو تھا ازدحام تھرا رہے تھے بید کے مانند خاص و عام
بیٹھا تھا تخت نحس پہ وہ نطفۂ حرام اک ہاتھ میں تو شیشہ تھا اک ہاتھ میں تھا جام

بالائے تخت شغل تھا اس کو شراب کا
اور زیر تخت سر خلف بوتراب کا

حاضر وہاں تھا ایک فرنگی بھی اُس گھڑی رو کر کہا یزید سے اس نے کہ اے شقی
تیرے معاملے سے لرزتا ہے میرا جی سر ہے طبق میں جس کا یہ مجرم ہے کیا کوئی

حاشا جو میں کہوں کہ یہ اہل قصور ہے
زلفوں میں بوئے مشک ہے چہرے پہ نور ہے

زنجیر پہنے کانپتا ہے یہ جو ناتواں کیا نام اس مریض کا ہے جلد کر بیاں
یہ ننھی لڑکی جس کے گلے میں ہے رسیاں اُس کا تو وہ ہے سن کہ ہو کافر بھی مہرباں

رانڈوں سے انتقام تو لیتا ہے حیف ہے
آزار ننھے بچوں کو دیتا ہے حیف ہے

تیرے معاملے سے مرا ہوش جاتا ہے کیا حرف بد تجھے یہ کٹا سر سناتا ہے
جو چوب بید اس کے لبوں پر لگاتا ہے کوئی بھی ہاتھ مُردے کے سر پر اٹھاتا ہے

اس کا گناہ تو مجھے حیران کر گیا
باقی قصاص رہ گیا اور سر اُتر گیا

مذہب پہ اُس کی جنگ ہوئی یا کہ ملک پر کیا منحرف تھا قبلہ سے لوٹا جو اُس کا گھر
کیا تارک الصلوٰۃ تھا کاٹا جو اس کا سر زینبؑ سے ضبط ہو نہ سکا بولی پیٹ کر

حق پر ہوا ہے فرقۂ باطل سے پوچھ لے
سجدے میں سر کٹا ہے تو قاتل سے پوچھ لے

یہ سُن کے اور کانپے فرنگی کے دست و پا کہنے لگا یزید سے تو نے نہ کچھ کہا
پوچھے جو شاہِ روم کروں اُس سے عرض کیا یہ کس کا سر ہے نام بتا اور نسب بتا

بولا شقی کہ بند کرو شور و شین کو
کہہ دے یزید نے مارا حسینؑ کو

اُس نے کہا جو کُل کا ہے سلطان وہ حسینؑ نانا کو جس کے آیا ہے قرآن وہ حسینؑ
جس کے پدر کے سب پہ ہیں احسان وہ حسینؑ ماں جس کی فاطمہؑ ہے میں قربان وہ حسینؑ

جس پر نبیؐ نے اپنے پسر کو فدا کیا
خالق نے جس کو بچۂ آہو عطا کیا

حاکم نے سر ہلا کہ کہاں وہی حسینؑ
منہ پیٹ کر پکارا فرنگی بہ شور و شین
غارت کرے شتاب تجھے ربِ مشرقین
سر کاٹ کر حسینؑ کا کھویا علیؑ کا چین
اے اہلِ شام کیوں یہی مذہب تمہارا ہے
نانا کا کلمہ پڑھ کے نواسے کو مارا ہے

ظالم پکارا جلد سر اس کا کرو جدا
رسوا کرے گا روم میں یہ مجھ کو جا بجا
شیرانہ جرأت کرکے فرنگی نے دی ندا
رسوا خدا کرے گا میں رسوا کروں گا کیا
سید کا خون کرکے کہاں چھپ کے جائے گا
محشر میں فاطمہؑ سے کہاں منہ چھپائے گا

پھر دوڑ کر حسینؑ کے سر کو اٹھا لیا
اور کلمہ پڑھ کے سینہ سے اپنے لگا لیا
جلاد نے کمر سے وہیں کھینچ لیا
عابدؑ کا اختیار نہ تھا سر جھکا لیا
آیا کسی کو پاس نہ اس بےگناہ کا
تن پرزے پرزے کر دیا غمخوارِ شاہ کا

جب تن سے اس جری کے ہوا خوں رواں
غش ہو کے خاک پر گرا آخر وہ خستہ جاں
پر یا حسینؑ کہتا تھا وہ حیدری جواں
سرور کے سر کو دیکھ کے کرتا تھا یہ فغاں
فدیہ ترا میں اے شہِ عالم پناہ ہوں

مرثیہ ۱۲

آتا ہے سر امام کا بزمِ یزید میں
محشر بپا ہے آلِ رسولِ مجید میں
سامانِ رقص و عیش ہے قصرِ پلید میں
سینہ زنی ہے عترتِ شاہِ شہید میں
دربارِ عام میں تو سبھوں کا ہجوم ہے
سیدانیوں میں ہائے حسینا کی دھوم ہے

راوی بیان کرتا ہے اب یوں بچشمِ نم
داخل ہوا جو شام میں سب لشکرِ ستم
پہونچی یزید کو خبرِ آمدِ حرم
بولا حسینؑ پر ہوئے منصور آج ہم
سر طشت میں دکھاؤں گا ابنِ بتولؑ کا
دربار میں ہو داخلہ آلِ رسولؐ کا

یہ سن کے ریسماں لئے اٹھے کئی شقی
آئے حرم کے قافلہ میں جب وہ مدعی
زینبؑ کا بازو گردنِ سجادؑ بندھ گئی
دربار کو چلے حرمِ دلبرِ نبیؐ
پھر کیا تھا مومنو جو یہ تازہ غضب نہ تھا
رک رک کے دم سکینہؑ کا نکلے عجب نہ تھا

پیشِ یزید آیا حرم کا جو کارواں
اغلب تھا جان دخترِ حیدرؑ کی ہو رواں
دیکھا یزید نے جو سکینہؑ کو ناگہاں
پوچھا یہ کون ہے تو کیا شمر نے بیاں
بیٹی ہے یہ جنابِ شہِ مشرقین کی
بالی سکینہؑ ہے یہی دخترِ حسینؑ کی

پوچھا یزید نے کہ پدر تیرا کیا ہوا　بولی سکینہؑ جانب دربار حق گیا
ہوتے پدر جو زندہ تو بندھتا مرا گلا　یوں سر برہنہ آتی میں بلوے میں بے ردا ؛

اک جان سو طرح کی بلا و عنا میں ہے
دارث ہے ایک بھائی سو قید جفا میں ہے ؛

بولا یزید دل میں ترے آرزو ہے کیا　بولی سکینہؑ سر مجھے دکھلا دے باپ کا
القصہ کھل گیا رسن ظلم سے گلا　طشت طلا دکھا کے یہ حاکم نے دی صدا

آلودہ خاک سے ہے تو خوں سے بھرا ہوا
لے اس میں تیرے باپ کا سر ہے دھرا ہوا

پر شرط ہے اٹھا کے نہ سر کیجیو تو بین　آپ ہی سے آئے گود میں تیرے سر حسینؑ
سرپوش کو اٹھا کے پکاری وہ نور عین　اے فاطمہؑ کے راحت جاں گھٹ گئے مرے چین

چھونے کو سر کے حکم نہیں غم کی ماری ہوں
آجاؤ میری گود میں گر تم کو پیاری ہوں

دیکھا سبھوں نے کانپ گیا سر حسینؑ کا　بولا سکینہؑ لاڈلی تم پر سب ہی میں فدا
پھیلاؤ ہاتھ آتا ہوں میں غم کا مبتلا　یہ کہہ کے اٹھا طشت سے فرق شہدا

کانپی زمین تخت ستمگر الٹ گیا
بیٹی سے آن کر سر سرور لپٹ گیا

منہ رکھ کے منہ پہ بولی سکینہؑ کہ یا حسینؑ　بعد آپ کے ملا نہیں اک لحظہ چین
پہنائے تھے جو آپ نے گوہر بزینتین　ان کے لئے یہ ظلم ہوا شاہ مشرقین

شمر لعین نے چھین کے یہ حال کر دیا ؛
مارے طمانچے نیلے مرے گال کر دیا ؛

کیا کیا نہ بعد آپ کے ہم پر ہوئی جفا　کھائے طمانچے شمر کے ما بین کربلا ؛
آئی جو شام میں تو بندھا ننھا سا گلا　مقسوم میں جو لکھا تھا ہرگز نہ وہ مٹا

بلوا لو پاس صدمے اٹھائے نہ جائیں گے ؛
اب تو طمانچے شمر کے کھائے نہ جائیں گے ؛

رونے لگے بیان سکینہؑ پہ اہل شام　حاکم نے تب یہ شمر سے ہنس کر کیا کلام
دربار میں ہے اس گھڑی انبوہ خاص و عام　ایسا نہ ہو کہ بر سر پرخاش ہوں عوام

صدمے ہیں ایک ایک کے جان ملول پر
واللہ جائے رحم ہے آل رسولؐ پر

کیا دیکھتا ہے چھین لے فرق شہدا　اٹھا یہ سن کے قاتل دلبند مصطفےٰؐ
بولا سکینہؑ باپ کے سر سے ہو اب جدا　بس بس بیان حال جو ہونا تھا ہو چکا

اب پھر نہ ہی الم ہے نہ ہی ننھی جان ہے ؛
اب پھر وہی گلا ہے وہی ریسمان ہے ؛

یہ کہنا تھا کہ سہم گئی شہ کی گلعذار — بولی ابھی تو آئے ہیں بابا مرے نامدار
ظالم خدا کے واسطے کرنے دے مجھ کو پیار — یہ سنتے ہی غضب میں بڑھا شمر نابکار

دھڑکا دلِ حزیں کو ہوا سانس اٹک گئی
بابا کے سر سے خوف کے مارے لپٹ گئی

آیا قریب شمر تو بھاگی وہ دلِ حزیں — زینبؑ کے پاس آ کے وہ حضرت کی نازنیں
چلائی سوئے عابدِ بیکس وہ مہ جبیں — بھیا چھپاؤ جلد کہ آتا ہے اب لعین

ہرگز نہ مانیگا وہ ہزار اب بکا کروں
سجادؑ بولے ہاتھ بندھے ہیں کیا کروں

اتنے میں شمر آن ہی پہونچا قریب آہ — چاہا کہ تازیانہ لگائے وہ روسیاہ
ناگاہ دیکھی سب نے عجب قدرتِ الٰہ — اک پنجہ آشکار ہوا آ کے مثلِ ماہ

آئی صدا کہ دیکھ اٹھانا نہ ہاتھ کو
دونگا ابھی الٹ ورق کائنات کو

مارے بہت طمانچے کہاں تک یہ ماجرا — شیرِ خدا کو بھولا تھا او دشمنِ خدا
پوتی کو میری اب تو طمانچہ لعین لگا — یہ سن کے وہ لعین تو غش کھا کے گر پڑا

بولی سکینہؑ قیدِ الم سے چھڑا لیا
صدقے میں دادا جان کے مجھ کو بچا لیا

زینبؑ بھی اس طرح سے ہوئی پھر تو نوحہ زن — بیٹی کی کچھ خبر بھی ہے یا شاہِ تشنہ دہن
جو ہاتھ میں پہنائے تھے حیدر نے کنگن — سو دیکھو وہی بازو ہے وابستہ رسن

مرجاؤں اب دعا یہ رب علا کرو
مشکل کشا پدر مرے عقدہ کو وا کرو

بابا حسینؑ کہو جب کہاں تھے تم — اہلِ حرم کا خیمہ جلا جب کہاں تھے تم
اتری ہمارے سر سے ردا جب کہاں تھے تم — لوٹا تمہارا قید ہوا جب کہاں تھے تم

بابا عجب طرح کی بلا میں پڑی ہوں میں
دربار میں لعیں کے کھلے سر کھڑی ہوں میں

رن میں جب بانوئے بیکس کی سواری آئی — لاش اکبر پہ وہ کرتی ہوئی زاری آئی
اٹھو مرے لال یہ مشتاق تمہاری آئی — دیکھو کس شان سے یہاں ہے تمہاری آئی

سوز

نہ تو ہودج ہے نہ محمل نہ عماری بیٹا
سر کھلے پیٹتی ہے اماں تمہاری بیٹا

دیارِ شام میں جس دم حرم تمام آئے — بہار اونٹوں کی تمام ہوئے نام آئے
وہ خاص بنتِ رسول جو ہم علم آئے — زباں پہ حضرت زینبؑ کے یہ کلام آئے

سوز

تمہارے حیدرؑ کی شمشیر نے مشرکین کو مارا
سپاہِ شام نے بھائی حسینؑ کو مارا

مرثیہ ۱۳

جب اہلِ حرم شام کے بازار میں آئے　　اور برہنہ سر فرقۂ کفار میں آئے
روتے ہوئے یادِ شہِ ابرار میں آئے　　کس طرح سے آرام دلِ زار میں آئے
نیزے پہ سرِ ابنِ علیؑ جلوہ کناں تھا
سجادؑ کی گردن میں پڑا طوق گراں تھا

نزدیک یہ جب آئے درِ حاکمِ گمراہ　　باندھے گئے رسی میں عزا دارِ حرم آہ
استادہ تھی اک خادمۂ ہند سرِ راہ　　دوڑی وہ خبر لے کے کیا ہند کو آگاہ
لو پھر چکے ہر کوچہ و بازار میں قیدی
کوٹھے پہ چلو جاتے ہیں دربار میں قیدی

کوٹھے پہ تو وہ چڑھ نہ سکی حال تھا تغیر　　آہستہ چلی جانبِ در ششدر و دلگیر
ساتھ اس کے ہوئی حاکمِ خونخوار کی ہمشیر　　پہنے ہوئے بھائی کی طرح خلعتِ توقیر
تھا مقنع زر خواہرِ بے پیر کے سر پہ
کپڑا نہ تھا شبیرؑ کی ہمشیر کے سر پہ

دو کرسیاں لے آئیں کنیزیں وہاں فوراً　　اور پردۂ در باندھ دیا چھوڑ کے چلمن
دربار کا سب حال ہوا ہند پہ روشن　　اک بی بی نظر آئی جھکائے ہوئے گردن
چلائی کہ یہ دختر یادِ رسولِ عربیؐ کی
یہ تو مری شہزادی نواسی ہے نبیؐ کی

تھرا گئی حاکم کی بہن اس کے سخن پر　　ہاتھ اپنا دھرا ہند خوش الحان کے دہن پر
بولی مرا بھائی ہے شریعت کے چلن پر　　وہ ظلم کرے گا یہ بھلا شہ کی بہن پر
شاید کہ نہیں یہ خواہرِ شبیرؑ نہ ہوگی
ایسی تو مرے بھائی سے تقصیر نہ ہوگی

اتنے میں کھلا تخت پہ وہاں طشتِ طلائی　　ہر سو سرِ شبیرؑ نے کی جلوہ نمائی
یاں ہند کو چلمن سے تجلی نظر آئی　　پھر چوب شقی نے جو لبِ شہ پہ لگائی
کرسی سے گری ہندِ حزیں منہ کو پھرا کر
سر پیٹتی باہر گئی چادر کو گرا کر

لرزے امرا کانپ گیا حاکمِ اکفر　　وہ پردے سے نکلی یہ ہوا جامہ سے باہر
درباریوں کو حکم دیا تخت سے اٹھ کر　　ہاں ڈھانپ لو رومالوں سے چہروں کو سراسر
ناموس مرا آتا ہے کھولے ہوئے سر کو
آنکھیں میں نکلواؤں گا دیکھا جو ادھر کو

بانوئے حزیں سہم کے عابدؑ کو پکاری　　منہ پھیر لو تم بھی یہاں ہند آتی ہے واری
زینبؑ پہ عجب قہر کا غصہ ہوا طاری　　حاکم سے کہا سمجھے تجھے خالقِ باری
یاں ہند کا آنا تجھے دشوار ہے ظالم
ناموسِ نبیؐ قابلِ دربار ہے ظالم

ہے تو بھی اب انصاف نگر اے حاکمِ بے پیر — ناموس کا اپنے تجھے پردہ ہے یہ توقیر
تشہیر کا فتوا ہے پئے عترتِ شبیرؑ — دربار میں اور آلِ صاحبِ تطہیر
واجب ہے تجھے بانوئے دلگیر کی حرمت
وہ ہے تری حرمت یہ ہے شبیرؑ کی حرمت

شرما کے محل میں گیا وہ حاکمِ مکار — ہاتھ آنکھوں پہ رکھے ہوئے [illegible]
سر پیٹتا رہا طشت میں اور عترتِ اطہار — اک دفعہ ہوئی سامنے سے ہند نمودار
منہ فق ہوا ہوش اڑ گئے حضرت کی بہن کے
گھبرا کے گری سر پہ شہنشاہِ زمن کے

چلائی غش آتا ہے سنبھالو مجھے بھیا — لو اب تو حقارت سے بچا لو مجھے بھیا
ہند آتی ہے دامن میں چھپا لو مجھے بھیا — جنت میں اسی وقت بلا لو مجھے بھیا
رکھ لیجئے پردہ مری عزت کا حیا کا
صدقہ علی اکبرؑ کی جوانی کی قضا کا

یہ نوحہ تھا جو ہند قریب آ گئی ناگاہ — دیکھا کبھی زینبؑ کو کبھی سوئے سرِ شاہ
پہلو میں تڑپ کر یہ پکارا دلِ آگاہ — یہ بنت یداللہ ہے وہ ابن یداللہ
سر ننگے ہے یہ صاحبِ معراج کا کنبہ
ہے یہ کیسی بیکس و محتاج کا کنبہ

پھر چوب کے ہاتھوں کو یہ بولی وہ خوش اعمال — کیوں اے شرفا زادیو تم سب ہو بحال
لونڈی ہے کوئی ساتھ کہ پوچھوں گی کچھ احوال — فضہؑ نے کہا مجھ سے کہ اے صاحبِ اقبال
سب قوم کے اشراف ہیں خاصانِ خدا ہیں
بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں

زینبؑ نے نظر فضہؑ پہ کی منہ کو پھرا کے — خود ہند سے فرمانے لگی سر کو جھکا کے
محتاج ہوئے تھے کبھی ساداتِ زمانے — اے بی بی گنہگار ہیں ہم اہلِ جفا کے
کنبہ ہے بلا میں یہ شہِ کرب و بلا کا
لوٹا ہوا کنبہ ہے یہ شاہِ شہدا کا

حیران ہوئی ہند کہ شاہِ شہدا کون — یہ نام سنا آج شہِ کرب و بلا کون
پوچھا کہ بھلا خیر ہے یہ فاطمہؑ کا کون — میں واری گئی آپ کی ہیں خیر نسا کون
بیٹی کوئی زہراؑ کی ہے ان میں کہ بہو ہے
بالکل کسی بی بی میں مری بی بی کی بو ہے

صاحب ابھی ہوش اتنا ہے مجھ بے سر و پا کو — بھولی ہوں نہ زینبؑ کو نہ میں خیر نسا کو
پہچانتی ہوں دخترِ حیدرؑ کی صدا کو — آنکھیں مری دیکھ آئی ہیں اس نورِ خدا کو
زہراؑ کی طرح خاص فقیرِ ازلی ہو
سو میں کہوں لاکھوں میں تم ہی بنتِ علیؑ ہو

زینبؑ نے فغاں کی کہ یہ اصرار غضب ہے — زینبؑ کا بڑا رتبہ بڑا نام و نسب ہے
اس ذلت و خواری کی سزاوار وہ کب ہے — بی بی وہ جگر بند شہنشاہِ عرب ہے

بین پیاروں ہوئی کا ہیکو ہونے لگی زینب
یہ کہتے ہی منھ ڈھانپ کے رونے لگی زینب

اُس دم سرِ شبیرؑ پہ لرزہ ہوا طاری — آنکھوں سے لہو منھ سے یہ کلمہ ہوا جاری
اے مہد یہی خواہر بیکس ہے ہماری — بڑھ کر وہ پکاری میں اس آواز کے واری

ہے ہے مرے مولا یہ ترا سر ہے لگن میں
ہے ہے مری شہزادی یہ زینبؑ ہی رسن میں

آقا کہو لشکر کو کہاں چھوڑ کر آئے — قاسمؑ کو نہ لائے علی اکبرؑ کو نہ لائے
عباسؑ کے رخسار منور نہ دکھائے — اصغرؑ نہیں ننھی کسے جھولے میں جھلائے

آواز دی یہ سر نے کہ تنہا نہیں ہم ہیں
سب کنبہ کے سر نیزوں کی نوکوں پہ علم ہیں

چلائی سکینہؑ کہ میں قربان تمہارے — بازو مرے کھلوا دو ید اللہ کے پیارے
بعد آپ کے ظالم نے طمانچے مجھے مارے — نیلے ہیں طمانچوں سے یہ رخسار ہمارے

للہ اسیروں کی خبر لیجیئے بابا
چادر پھوپی اماں کی دلا دیجیئے بابا

عزیزو حادثہ نو فلک دکھاتا ہے — حرم کا قافلہ پیش یزید جاتا ہے
گلے بندھے ہیں بدن سب کا تھرتھراتا ہے — نہ سانس لیتے ہیں قیدی نہ بولا جاتا ہے

جو گرتے ہیں تو ستمگار نیزے مارتے ہیں
وہ رو کے حیدرؑ کرار کو پکارتے ہیں

کہوں اسیروں کا سب حال یہ مجال ہے کیا — یہ ہاتھ بندھنے کا مضمون ہی دست بستہ کھڑا
ہوا ہے بیڑیوں سے بس کہ غلغلہ پیدا — بتولؑ خلد میں حیدرؑ کو دیر ہی ہے صدا

بلند کرتی ہے فریاد یا علیؑ زینبؑ
چلو یزید کے دربار میں چلی زینبؑ

نئی جفا ہے کہ بارہ گلے اور ایک رسن — اور اس رسن پہ ہی طوق گراں کا رنج و محن
کہیں سنا ہے کہ دو طوق اور اک گردن — اور ایک پاؤں میں بھاری دو حلقے آہن

جو پاس آکے لعین نیزوں سے ڈراتے ہیں
خدا کے واسطے بچے انھیں دلاتے ہیں

جفائے راہ کے کہنے میں کانپتی ہے زباں — غرض کہ داخل مجلس ہوئے بہ آہ و فغاں
مگر کب آئے حضور یزید بے ایماں — کہ چوب بید تھی اور شاہ کے لب و دنداں

چھڑی تو ایک تھی پر ظلم دو نمایاں تھے
بزیر چوب کبھی لب تھے گاہ دنداں تھے

یہ ظلم دیکھ کے زینبؑ نے کرلیں آنکھیں بند   پکارا شمر یہ دربار کیا نہ آیا پسند
تو آنکھیں کھولو نہیں ظلم ہوگا زیادہ چند   فلک کو دیکھ کے رونے لگی وہ غیرت مند

کہا یزید نے کیا آسمان کو دیکھا
وہ رو کے بولی کہ خالق کی شان کو دیکھا

کہا یزید نے تب شمر سے بہ طیش تمام   یہ کون ہے کہ جو بڑھ بڑھ کے کر رہی ہے کلام
وہ بولی پوچھ مجھی سے یہ جانے کیا مرا نام   بہن وہ نے ذالی ہوں کنبہ کی زینبؑ ناکام

علیؑ کی آئی ندا میری پیاری دختر ہے
حسینؑ پکارا ہماری خواہر ہے

یزید جائزہ پھر قیدیوں کا لینے لگا   نظر پڑی اسے اک شاہزادی ماہ لقا
الٹ کے ڈالا ہے منہ پہ چھپا ہوا کرتا   اور اس پہ ہاتھوں سے پردہ کیا ہے چہرے کا

ہے سن میں خرد بزرگوں کا پر قرینہ ہے
کہا یہ کون ہے بولا عمر سکینہؑ ہے

یزید حال سکینہ پہ رو دیا اور یہ کہا   سکینہؑ تجھ کو بہت چاہتا تھا باپ ترا
وہ بولی چاہتا کیسا پدر تھے مجھ پہ فدا   زبان پر تھا سکینہؑ سکینہؑ صبح و مسا

سلاتے تھے مجھے شبیرؑ اپنے داماں میں
اور اب تو خاک میں سوتی ہوں روز زنداں میں

یزید نے کہا جنت میں میوے ہیں اکثر   سکینہؑ تم کو کھلاتا تھا کیا تمہارا پدر
رطب رطب کہا اس بے پدر نے تتلا کر   دکھا کے نیلی طمانچوں کا بولی دیکھ ادھر

پدر نے تحفے سے تحفہ رطب کھلائے ہیں
اور ان کے بعد تو ہم نے طمانچے کھائے ہیں

یزید بولا رطب ابھی تو کھائیگی ناداں   سکینہؑ بھوکی تو تھی ہو کے خوش پکاری کہ ہاں
مگر سکینہؑ کی خاطر وہاں رطب تھے کہاں   دیا شقی نے طبق میں سر امام زماں

پکاری حصہ میں میرے رطب یہ آیا ہے
کسی یتیم نے لوگو یہ میوہ کھایا ہے

اٹھایا اس نے جو سرپوش تو یہ آیا نظر   تڑپ رہا ہے سر اک مردہ کا لہو میں تر
ڈری وہ پہلے تو اور پھر کہا یہ رو رو کر   رطب نہیں ہے رطب کے کھلانے والے کا سر

سلام کر کے طبق سے اٹھا لیا سر کو
لہو بھرا ہوا گر نہ دکھا دیا سر کو

لہو کٹے ہوئے حلقوم کا جبیں پہ ملا   لبوں پہ رکھ دیئے لب اور پکاری یا بابا
حسینؑ چھوٹے سے سن میں مجھے یتیم کیا   شہید بابا مجھے بچپنے میں داغ دیا

جہاں سے ہائے جو یوں جلد تم کو جانا تھا
تو صدقہ جاؤں نہ اتنا مجھے ہلانا تھا

جب کہ دربار میں ناموسِ پیمبر آئے — بال کھولے ہوئے بے مقنع و چادر آئے
سر کے بالوں سے چھپائے رخِ انور آئے — بیڑیاں تھامے ہوئے عابدؑ مضطر آئے
سخت آفت میں گرفتار وہ سب خوشخو تھے
ریسماں ایک تھی لو آہ کئی بازو تھے

کسی گھر پہ نہ فلک ایسی مصیبت ڈالے — وا دریغا وہ ہجوم اور وہ پردہ والے
رنگِ رخ زرد زباں خشک لبوں پر نالے — تازہ اولاد کا غم زخم جگر پر آلے
لٹ گیا گھر کہیں چھپنے کو بھی کونا نہ ملا
قتل وارث ہوئے اور بیٹھ کے رونا نہ ملا

رسنِ ظلم سے چھلتے تھے یتیموں کے گلے — سہمے جاتے تھے کشاکش میں وہ نازوں کے پلے
پائے آفت میں گرفتار تھیں کیا زور چلے — رو کے تکتی کبھی عابدؑ کو کبھی ہاتھ ملے
شمر کہتا تھا کہ حاکم کا غضب آئے گا
قیدیوں میں کوئی رویا تو سزا پائے گا

تھا یکیں تختِ مرصع پہ لعینِ غدار — فرق پر تاج تھا اور بر میں لباسِ زرتار
دست بستہ عقبِ پشت غلاموں کی قطار — نیچے رکھا تھا سرِ پاک امامِ ابرارؑ
روبرو سارے جمع عراق و عرب و روم کے تھے
اور حرم با سرِ عریاں شہِ مظلوم کے تھے

کرتے تھے پھر خوشامد یہ مصاحب مذکور — کس دلیری و شجاعت سے لڑی فوجِ حضور
فتح پائی تھی تبھی فاطمہؑ پر عقل سے دور — لیکن اس گھر کے نمک خوار رہے ہیں مشہور
آج نوفل سا جواں خلق میں ممتاز نہیں
ابن کاہل سا جہاں میں قدر انداز نہیں

ایک نے تیر سے چھیدا علی اصغرؑ کا گلو — مر گیا باپ کے ہاتھوں پہ وہ بچہ مہرو
ایک نے حضرتِ عباسؑ کے کاٹے بازو — جس سے ٹوٹی کمرِ پاکِ امامِ خوشخو
جس نے جو کام کیا قابلِ انعام کیا
غل ہے لشکر میں کہ دونوں نے بڑا کام کیا

اور یہ ستم سے نہ ہوگا جو کیا شمر نے کام — جب گرے خاک پہ گھوڑے سے شہِ عرش مقام
کھینچ کر خنجرِ خونریز پئے قتلِ امام — کر دیا لختِ دلِ فاطمہؑ کا کام تمام
کچھ وصیت کا سخن لب تک آنے نہ دیا
سر بھی سجدے سے نمازی کو اٹھانے نہ دیا

سب تو یہ کہتے تھے ہوتا تھا خوشی وہ غدار — حرمِ شاہ رسن بستہ کھڑے تھے ناچار
طیش میں آن کے یہ کہنے لگی زینبؑ زار — کسی منصف سے سن اس ذکر کو او ناہنجار
حالِ مقتل کا یہ آوارہ وطن جانتی ہے
جو ستم بھائی پہ گزرے وہ بہن جانتی ہے

اس کا اہل کی شجاعت کے ہیں بیجا اوصاف   اُس سے سرزد ہوا ظلم شجاعوں کے خلاف
یہ بھی جرأت ہے کوئی دل میں ذرا کر انصاف   اس خطا کو کبھی خالق نہیں کرنے کا معاف

نیزے سے اُس نے دلِ شبیرِ خدا چھیدا ہے
دودھ پیتے ہوئے بچے کا گلا چھیدا ہے

ایک سو ایک لڑے ہے یہی دستورِ عرب   جنگ میں ٹوٹ پڑے فاطمہ کے لال پہ سب
اس کی تعریف سے خوش ہوتا ہے تو ہائے غضب   نہ حمیت جنہیں کچھ بھی نہ محمد کا ادب

چڑھ کے چھاتی پہ جو سر تن سے اتارا تو کیا
مل کے دو لاکھ نے گر ایک کو مارا تو کیا

یہ عداوت پسرِ سید لولاک سے ہائے   جسم سے کاٹ کے سر لاش پہ گھوڑے دوڑائے
جاگ کر راتوں کو زہرا نے جسے دودھ پلائے   بعد مرنے کے وہ سید کفن و گور نہ پائے

تنِ عریاں کو عجب حال سے رن میں چھوڑا
کہنہ جامہ بھی نہ سید کے بدن میں چھوڑا

مرے نانا نے نہ لوٹا کسی کافر کا بھی گھر   عورتوں سے نہ کوئی بولتا تھا بعدِ ظفر
قید میں حاتم طائی کی جو آئی دختر   خود اسے احمدِ مرسل نے اڑھائی چادر

کہتے تھے دختر ہے تو یہ کہلاتی ہے
اس کے ہاتھوں کو نہ باندھو مجھے شرم آتی ہے

تھا محمد کو کافر کی بھی حرمت کا خیال   ہاتھ ہے تیرے سے ہوا آلِ محمد کا یہ حال
منہ چھپانے کو نہ برقع نہ ردائے رومال   اپنے چہروں پہ بندھے انھوں نے بکھرائے ہیں بال

کھو کے بھائی کو مصیبت میں پڑی ہے زینب
تیرے دربار میں سر ننگے کھڑی ہے زینب

سن کے یہ شمر سے کہنے لگا یہ حاکمِ شام   کون ہے یہ کہ فصاحت سے جو کرتی ہے کلام
غیظ میں آ کے یہ کہنے لگی ہمشیرِ امام   اُس سے کیا پوچھتا ہے مجھ سے سن او بدانجام

اب تو قیدی ہوں بے کس ہوں بہن پیاسی ہوں میں
جس کی امت میں ہے تو اس کی نواسی ہوں میں

شمر کو دیکھ کے بولا وہ علی کا دشمن   کھول دے قید سے بازو و گردن سب کا
جب چھٹیں بندِ رسن سے وہ گرفتارِ محن   تب سکینہ نے لیا کرتے کا منہ پر دامن

باپ کے غم میں دلِ زار جو تن میں تڑپا
ایسا روئی کہ سرِ پاک لگن میں تڑپا

بولا حاکم کہ نہایت ہے تجھے کچھ باپ کی چاہ   تخت کے نیچے یہ کیا طشت ہے ٹک کر تو نگاہ
پاس جا کر جو لگی دیکھنے با نالہ و آہ   خوں میں ڈوبا ہوا اک نظر آیا سرِ شاہ

طشت پر گر کے پکاری کہ یہ حال آپ کا ہے
لو پھوپھی جان یہی سر تو مرے باپ کا ہے

گود میں لے کے یہ ابنِ علیؑ چلائی — اِن کھلی آنکھوں کے قربان تمہاری جائی
لیسے بھولے کہ نہ بیٹی بھی تمہیں یاد آئی — اتنی مدت میں یہ کیا شکل مجھے دکھلائی
کیا خموشی ہے لبِ لعل تو کھولو بابا
کیا غضب ہو گیا کچھ منھ سے تو بولو بابا

تیر اس چاند سے ماتھے پہ لگایا کس نے — حلق پر خنجرِ بیداد پھرایا کس نے
خون اِس گردنِ نازک کا بہایا کس نے — چھوٹے سے سن میں مجھے تم سے چھڑایا کس نے
اماں سوتی ہیں کیا انھیں سمجھاؤں میں
آؤ کُرتے میں چھپا کر تمہیں لیجاؤں میں

یہ دن وہ ہیں کہ بے سر و ساماں ہیں اہلبیتؑ — ہر دم کے انقلاب سے حیراں ہیں اہلبیتؑ
سر کھلنے سے زیادہ پریشاں ہیں اہلبیتؑ — بزمِ عزائے شاہِ شہیداں ہیں اہلبیتؑ
آب و غذا کا قحط ہے سونے کی قید ہے
سوز پہلے پہل کی قید میں رونے کی قید ہے

عزیزو آج یہ نیرنگ ہے زمانہ میں — علی کی بیٹیاں جاتی ہیں قیدخانہ میں
اٹھائے لاکھ الم تا بہ شام جانے میں — بندھی ہے ایک رسن بیکسوں کے شانہ میں
سوز نہ چین پایا نہ سوئے نہ آب و دانہ ملا
ملا تو شام میں ٹوٹا سا قیدخانہ ملا

مرثیہ ۱۶

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے — فاقہ کش تشنہ دہن بیکس و بے پر آئے
اہلِ بیتِ نبویؐ کھولے ہوئے سر آئے — سامنے حاکمِ بیدیں کے وہ مضطر آئے
کاٹ کر حضرتِ شبیرؑ کا سر لائے ہیں
ابھی دربار میں ناموسِ حسینؑ آئے ہیں

ہند گھبرا کے پکاری کہ ارے کون حسینؑ — بولا کوئی کہ وہی فاطمہؑ کا نور العین
بی بی زینبؑ ہیں وہ ہمشیر بلک کے کرتی ہیں جو بین — آج کیا قبر میں ہوویں گے محمدؐ بے چین
خانۂ سیدِ لولاک میں کوئی نہ رہا
ہائے اب پنجتنِؑ پاک میں کوئی نہ رہا

ہند یہ سن کے کھڑی ہو کے لگی پیٹنے سر — بال بکھرا دیئے اور پھینکی زمیں پر چادر
اور یہ چلاتی ہوئی نکلی محل سے باہر — جلد بتلاؤ کہ شہزادیاں ہوتی ہیں کدھر
ننگے سر جاؤنگی ہے ہے مرا آقا نہ رہا
کس کا پردہ کہ نبیؐ زادی کا پردہ نہ رہا

نکلے سر ننگے خواصانِ مقرب ہمراہ — تا بہ افلاک گیا غلغلۂ نالہ و آہ
پہونچیں دربار میں جس وقت بحالِ تباہ — گر پڑی دوڑ کے شبیرؑ کے سر پر ناگاہ
رو کے چلائی کہ اس شکل کے قربان گئی
میرے آقا کا یہی سر ہے میں پہچان گئی

سر فرزند یداللہ سے آتی ہے صدا — حق محبت کا جو تھا وہ کیا سب نے ادا

سر برہنہ ہے اوڑھا زینبؑ بیکس کو ردا — رسنِ ظلم سے کھلوا دے سکینہؑ کا گلا

کام آ ان کے کہ یہ بھی ترے کام آئینگی

حشر کے دن تجھے فردوس میں لیجائیں گی

یک بیک تخت سے گھبرا کے اٹھا حاکم شام — ڈال کر ہند پہ دامن یہ کیا اس نے کلام

مجھ کو رسوا کیا ایسا بھی کوئی کرتا ہے کام — اُس نے دامن کو اُلٹ کر کہا او بدانجام

بے ردا زینبؑ و کلثومؑ ہیں وسواس نہیں ؎

پاس میرا ہے نبیؐ زادیوں کا پاس نہیں ؎

اب میں گھر میں نہ رہونگی ترے او خانہ خراب — اب ردا سر پہ نہ ڈالونگی نہ منہ پہ نقاب

روح زہراؑ و علیؑ سے تجھے آیا نہ حجاب — عرصۂ حشر میں کیا دیگا پیمبرؐ کو جواب

نہ سمجھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کو مارا ؎

تو نے بیجاں کیا زہراؑ کو نبیؐ کو مارا ؎

کس کی بیٹی ہے کہ سر پہ نہیں جس کے چادر — یہ بہو کس کی ہے جو بیٹھی ہے ننگے سر

کس کے ناموس ہیں جو روتے ہیں یوں چلا کر — ہائے کیوں پھٹ گئے فلک گر نہیں ٹوٹا تجھ پر

طوق و زنجیر کو اور عابدؑ دلگیر کو دیکھ ؎

رسنِ ظلم کو اور شاہ کی ہمشیر کو دیکھ

یہ رسن اور یہ ننھا سا سکینہؑ کا گلا — کوئی ایسی بھی بدی کرتا ہے نیکوں سے بھلا

اُس کی بیٹی ہے جو آغوشِ محمدؐ میں پلا — کیا قیامت ہے یہ بچپن یہ اسیری کی بلا ؎

ہاتھ بند ہوانے سے حاصل ترا کیا لیتے ہیں

رحم کرتے ہیں یتیموں پہ کہ دکھ دیتے ہیں ؎

ہند سے اپنی طرفداری کی سن کر گفتار — پاس اُس کے گئی چلاتی سکینہؑ اکبار

تیرے قربان میں اے آلِ نبیؐ کی غمخوار — کھولدے آکے مرے ہاتھ ہیں رسی سے فگار ؎

اب تو واجب ہیں اسیروں پہ دعائیں تیری

ننھے سے ہاتھوں سے لونگی میں بلائیں تیری ؎

میں سکینہؑ ہوں حسینؑ ابن علیؑ کی دختر — بے گنہ کاٹ لیا تن سے مرے باپ کا سر

ہائے جس سینہ پہ سو رہنے کی میں تھی خوگر — گھوڑے دوڑائے لعینوں نے اُسی سینہ پر

دیکھ یہ نیل ہیں گالوں پہ ہمارے بی بی ؎

شمرِ ظالم نے طمانچے ہمیں مارے بی بی ؎

ہند بولی کہ میں قربان مری شہزادی — حق نہ بخشے گا اُسے جس نے تمہیں ایذا دی

ہے محمدؐ ترا جد فاطمہ زہراؑ دادی — حشر میں حشر ہے پھر وہ ہوئی گر فریادی

کیا طلب کرتی ہو کیا چاہیئے کیا لاؤں میں

جو کچھ اس لونڈی سے فرماؤ بجا لاؤں میں

سر بامنگا دوں تمہیں کیا لوگی ہیں تم پہ قرباں   پانی منگوا دوں کہ تر کر لو یہ سوکھی سی زباں
تب چاہا لپٹنے کو پھیلا کے یہ بولی ناداں   اپنے بابا سے ہوں بچھڑی ہوئی میں تشنہ دہاں
یہ تو کہتی نہیں تو زیور و زر دے مجھ کو
تیرے قربان مرے بابا کا سر دے مجھ کو ؛

سُن کے یہ ہند نے چاہا کہ اٹھا دے سرِ شاہ   گر پڑی دوڑ کے وہ طشت پہ با نالہ و آہ
باپ کی خوں بھری صورت پہ جو کی اس نے نگاہ   منہ پہ منہ ملنے لگی اور کہا بابا اینا ؛
اتنے روزوں مجھے صورت نہ دکھائی تم نے
صدقے ہو جاؤں یہ کیا شکل بنائی تم نے ؛

تیر اس چاند سے ماتھے پہ لگایا کس نے   خون اس گردن نازک کا بہایا کس نے ؛
حلق پر خنجر بیداد پھرایا کس نے   چھوٹے سے سن میں مجھے تم سے چھڑایا کس نے ؛
ماں پھوپھی روتی ہیں کیونکر انہیں سمجھاؤں میں
آؤ کرتے میں چھپا کر تمہیں لیجاؤں میں ؛

سر پہ رونے لگا سن کے یہ بیٹی کا بیاں   اور صدا دی کہ پدر صدقے ترے اے مری جاں
منھ ادھر لاؤ کہ لوں منھ میں تری خشک زباں   آخری پیار ہے بیٹی میں کہاں اور تو کہاں ؛
نہ ہمیں پاؤگی تم اور نہ تمہیں پائیں گے ہم
اب قیامت میں گلے تم کو لگائیں گے ہم

جب محفلِ حاکم میں نبیؐ کے حرم آئے   منہ بالوں سے ڈھانپے ہوئے با صد الم آئے
لب تشنہ و فاقہ کش و با چشم نم آئے   ہر گام اٹھاتے ہوئے ظلم و ستم آئے
آگے تھا رواں نیزہ پہ سر سبطِ نبیؐ کا
پیچھے تھا لٹا قافلہ اولادِ علیؑ کا ؛

سب بی بیاں تھیں وارثوں کے سوگ میں نالاں   ہاتھوں کو کلیجہ پہ دھرے چاک گریباں
رخساروں پہ بالوں پہ بھی خاک بیاباں   بیتاب دلوں پر تھا ہجومِ غم و حرماں
اصغر کے لئے اشکوں سے منہ دھوتی تھی کوئی ؛
ہمشکل پیمبرؐ کے لئے روتی تھی کوئی ؛

مقنع سرِ زینبؑ پہ نہ تھا اور نہ چادر   ماتم میں گریبان پھٹا اور کھلا سر
بکھرے ہوئے تھے بال نقاب رخ انور   نرغہ تھا ستمگاروں کا اور بیکس و مضطر
نامحرموں کو دیکھ کے شرماتی تھی زینبؑ ؛
مجمع میں کنیزوں کے چھپی جاتی تھی زینبؑ ؛

افسوس لٹے قافلہ کے قافلہ سالار   مردوں میں فقط رہ گیا تھا عابدِ بیمار
اور وہ بھی جگر خستہ و مغموم و دل افگار   ان بہنوں کے ہمراہ تھا حاضر سرِ دربار
جو عرش نشیں تھا وہی اب خاک نشیں تھا
پر ہائے غضب بیٹھنے کا اذن نہیں تھا ؛

اِس حال سے دربار میں تھا نائبِ شبّیرؑ   دم رکتا تھا پہنے ہوئے تھا طوق گلوگیر
جکڑے ہوئے ہاتھوں میں رسن پاؤں میں زنجیر   خاموش کھڑے تھے صفتِ پیکرِ تصویر

آنسو غمِ شبّیرؑ میں آنکھوں سے رواں تھے
اور ہائے غضب پشت پہ دُرّوں کے نشاں تھے

تھا تختِ حکومت پہ کہیں حاکمِ غدّار   کرسیٔ طلاکار پہ ہر ایک تھا سردار
انعام کا خواہاں تھا کوئی زر کا طلبگار   کہتا تھا کوئی جوش میں آکر یہ بدِ اطوار

کی جنگ و جدل فاطمہؑ کے لال سے ہم نے
پائی ہے ظفر اب ترے اقبال سے ہم نے

اِتنے میں ہوا شمرِ جفا پیشہ بھی حاضر   کی عرض بیاں کیا ہو کہ سب تجھ پہ ہے ظاہر
منظور جو بھی مجھ کو ہمیشہ تری خاطر   ہیں اِک سرِ مو بھی نہ رہا حکم میں قاصر

پانی نہ دمِ ذبح پلایا شہِ دیں کو
امکان میں تھا جتنا ستایا شہِ دیں کو

باز آیا کسی وقت نہ میں جور و جفا سے   کچھ بھی نہ کیا خوف و خطر آلِ عبّاؑ سے
سر کاٹ لیا سبطِ پیمبرؐ کا قفا سے   تو اس کے عوض میری سپر بھر دے طلا سے

ہیں نذر میں دیتا ہوں سرِ سبطِ نبیؐ کو
خنجر سے کیا ذبح حسینؑ ابنِ علیؑ کو

میں نے ہی کئے ظلم و ستم آلِ نبیؐ پر   میں نے ہی تو خیموں کو کیا خاک جلا کر
میں نے ہی تو لی زینبؑ و کلثومؑ کی چادر   ہیں نے ہی سکینہؑ کے لئے کانوں سے گوہر

عارض پہ عیاں میرے طمانچوں کے نشاں ہیں
قطرے ابھی تک خون کے کانوں سے رواں ہیں

سر شاہ کا دیکھا تو ہوا شاد ستمگر   رکھوا دیا ظالم نے میانِ طبقِ زر
منظور تھی تحقیرِ سرِ سبطِ پیمبرؐ   ہنستا تھا ستمگار چھڑی رکھ کے لبوں پر

تھا شغل یہ ہر بار شقیٔ ازلی کو
دکھ دیتا تھا زہراؑ و پیمبرؐ کو علیؑ کو

حاضر تھا وہاں ایک صحابی خوش اطوار   یہ دیکھ کے کہنے لگا او ظالمِ غدّار
لیتے تھے نبیؐ بوسے انہیں ہونٹوں کے ہر بار   دیتا ہے انہیں ہونٹوں پہ تو چوب کے آزار

حیراں ہوں میں تجھ کو عداوت ہے یہ کیسی
فرزندِ پیمبرؐ سے شقاوت ہے یہ کیسی

حاکم نے نہ کی کہنے کی اس کے کوئی پروا   رُخ کرکے اسیروں کی طرف شمر سے پوچھا
ہر ایک نے پہنا ہے جو ملبوس پُرانا   کیا وجہ ہے اس کی مجھے بتلا مجھے بتلا

لایا ہے کنیزوں کو تو خاتونِ جناں کی
یہ شان نہیں آلِ رسولؐ دو جہاں کی

اس وقت یہ کی شمر ستمگار نے تقریر — روتی ہے کلیجہ پہ دھرے ہاتھ جو دلگیر
ماں ہے علی اکبر کی یہی بانوئے شبیر — وہ خاک پہ بیٹھی ہے جو با حالت تغیر
ماں عونؑ و محمدؐ کی یہ بیٹی ہے علی کی
ہمشیر ہے یہ سبطِ رسولؐ عربی کی ۸

شبیرؑ کی بیٹی وہ کھڑی روتی ہے کبرا — جو شب کو دلہن بن کے ہوئی صبح کو بیوا
افشاں کے عوض خوں سے بھرا چاند سا ماتھا — پوشاک عروسی ہوئی ہے خون ملے کا جوڑا
کنگھنے کی جگہ دیکھ لے ہاتھوں میں رسن ہے
وہ برہنہ سر قاسمؑ نوشہ کی دلہن ہے

کرتی ہے جو بابا کے لئے گریہ و زاری — کانوں سے لہو آج تلک جس کے ہے جاری
اور جس کی جبیں خون سے رنگین ہے ساری — نام اُس کا سکینہؑ ہے یہ ہے باپ کی پیاری
شبیر سے چھٹ کر یہ مصیبت میں پڑی ہے
ہاتھوں سے چھپائے ہوئے منھ اپنا کھڑی ہے

یہ عابدؑ بیمار ہے شبیرؑ کا فرزند — سب قتل ہوئے رہ گیا باقی یہی دلبند
تو دیکھ اسیری کے یہ قابل نہیں ہر چند — پر طوق و سلاسل میں کیا ہے اسے پابند
غش آتے ہیں ہر بار جبھی ضعف سوا ہے
جس کا رسن تنگ سے مجروح گلا ہے

یزیدِ نحس نے جب فرقِ شاہِ دیں پایا — سرِ حسینؑ کو بابِ محل میں لٹکایا
تمام عورتوں کو اپنے پاس بلوایا — سبھوں کو خلعتِ زریں لعیں نے پہنایا
کسی نے پوچھا یہ کیا جشن اے یزید ہے آج
کہا یہ اُس کے لعیں نے ہماری عید ہے آج

پکڑ کے دامنِ حاکم یہ بیٹی نے پوچھا — ہے روزِ عید محرم کی روزِ عاشورا
یہ کون عید ہے بتلا مجھے برائے خدا — گلے لگایا اُسے اور یہ مسکرا کے کہا
ہمارے واسطے بیٹی یہ عید کا دن ہے
یہ عید قتلِ حسینؑ شہید کا دن ہے

پسر جری کا تھا اور آپ بھی جری تھا بڑا — یہ میرے حاکم کوفہ نے اُس کو قتل کیا
اسیر ہو کے حرم اُس کے آئے ہیں بخدا — نہ اُن کے پاؤں میں نعلین ہے نہ سر پہ ردا
کوئی شفیق نہیں کوئی غمگسار نہیں
جہاں میں اور کوئی ایسا بیقرار نہیں

محل میں سجدوں دیکھو گی تم بھی قیدیوں کو — لباسِ فاخرہ اور زیورِ طلا پہنو
حشم دکھاؤ انھیں بادشہ کی بیٹی ہو — بڑے گھرانے کی ہیں بی بیاں یقیں سمجھو
نہ تخت رکھتے ہیں اب وہ نہ تاج رکھتی ہیں
یہ شاہزادیوں کا سا مزاج رکھتی ہیں

ہوا محل سے برآمد یہ کہہ کے وہ غدار — اِدھر محل میں ہوئی صحبتِ طرب تیار
کیا زنانِ امیّہ نے خوب اپنا سنگھار — ہر اک نے زیب کیا زیورِ مرصع کار

شروع ہو گئی تقریب ناچ گانے کی
تھی سب کو منتظری قیدیوں کے آنے کی

خبر یہ حضرت زینبؑ کو ہو گئی ناگاہ — محل میں جائیں گے قیدی یہ بین حال تباہ
لرز کے بولی یہ عابدؑ سے بنتِ شیرِ الٰہ — ضرور ہوئیگی وہاں ہند بنتِ عبداللہ

الم کی برچھیاں سینہ کے پار ہووینگی
تمہیں بتاؤ مری آنکھیں چار ہووینگی

اِدھر تو دخترِ زہراؑ کو تھا غم جانکاہ — اُدھر کو ہند کا احوال تھا محل میں تباہ
لباسِ فاخرہ پہنی تھی گو بعزّت و جاہ — ملی ہوئی تھی مگر خاک میں وہ عاشقِ شاہ

دعائیں کرتی تھی جو دھیان ہند کا منّتیں ہوئے

الٰہی آلِ پیمبرؐ کی خیریت ہووے

کنیزیں پوچھتی تھیں دھیان آپ کو کیا ہے — وہ کہتی تھی تہ و بالا مرا کلیجہ ہے
کہ شب کو خواب میں زہراؑ کو میں نے دیکھا ہے — کہ سر کھلے ہوئے پا برہنہ وہ دکھیا ہے

فلک کے ہاتھوں گریباں پھٹا ہوا دیکھا
کسی کا خون جبیں پر لگا ہوا دیکھا

یہ تذکرہ تھا کہ روشن ہوا تمام وہ گھر — رسول زادیاں آئیں محل کی ڈیوڑھی پر
حرم کی بو سے معطر ہوا مکاں یکسر — پکاری ہند یہ بے ساختہ کھڑی ہو کر

اِدھر اُدھر کہیں یاں دخترِ محمدؐ ہے
ارے درود پڑھو فاطمہؑ کی آمد ہے

کنیز اتنے میں اک دوڑ کر خبر لائی — کہا کہ بندی ہے حاکم نے ایک بھجوائی
تڑپ کے ہند نے یہ بات اس سے فرمائی — نہ مانوں میں مجھے خوشبوئے فاطمہؑ آئی

یہ بے سبب نہیں دل میرا بیقرار اب ہے
اگرچہ حضرتِ زہراؑ نہیں تو زینبؑ ہے

بیکھ رہی تھی ہوا جو اسیروں کا آنا — وہ اُن کے بال کھلے اور وہ اُن کا غرمانا
کسی کو ہند نے اصلاً نہ اُن میں پہچانا — کہا کہ لٹ کے تو آئے ہو میں نے یہ مانا

عزیز قتل ہوئے جس جگہ وہ رن ہے کہاں
نسب تمہارا ہے کیا گھر کہاں وطن ہے کہاں

کتاب و قبلہ و پیغمبرؐ اپنا بتلاؤ — امامِ عصر ہے اب کون یہ تو فرماؤ
مقدمہ ہے یہ اسلام کا نہ شرماؤ — جو کچھ کہ ہوتے مفصل زبان پر لاؤ

علیؑ و فاطمہؑ کے لاڈلوں کو مانتی ہو
کہو حسینؑ کو کو تم امام جانتی ہو

حسینؑ کا جو لیا نام ہند نے ناگاہ — نکل گئی دلِ زینبؑ سے خود بخود اک آہ
پکاری ہند کیا کس نے نالۂ جاں کاہ — لے آؤ تو مرے آگے ذرا اُسے لِلّٰہ

بہے ہیں اشکِ عزا اس کلام کے اوپر
یہ روئی کیوں مرے آقا کے نام کے اوپر

پکاری فضہؑ حسینؑ ان کے بھائی کا ہے نام — شہیدِ کربلا میں ہوا جو تشنہ کام
وہ بولی سبطِ رسولِ خدا امامِ انام — بہا کے اشک کہا فضہؑ نے نہ کر یہ کلام

علیؑ کا لال شہِ مشرقین ہے بی بی
غریب و خستہ جگر یہ حسینؑ ہے بی بی

ہیں قیدِ ظلم میں واللہ بے گناہ ہیں ہم — نسب تو پوچھتی ہے بندۂ اللہ ہیں ہم
یزید کے نہیں قائل خدا گواہ ہیں ہم — محبِ آلِ پیمبرؐ تو خواہ مخواہ ہیں ہم

کنیز خالقِ یکتا کی خادمہ کی ہوں
قسم رسولؐ کی لونڈی میں فاطمہؑ کی ہوں

ہمارا قبلہ ہے کعبہ کتاب ہے قرآن — نبی ہمارا ہے دنیا میں احمدؐ ذی شان
امام کو ہے اگر پوچھتی شہِ مرداں — خدا کے سامنے کہہ دیں یہ اپنا ہے ایماں

جو کچھ بیان کیا سب یہ ظاہر ہے بی بی
مگر امامِ زماں اپنا اور ہے بی بی

پکاری ہند کہ پھر تم کا تو کس رہا باقی — امامِ عصر ہے اپنا حسینؑ ابنِ علیؑ
تو کہتی ہے کہ امامِ زماں ہے اور کوئی — خدا کے واسطے بتلا دے جلد بہرِ نبیؐ

یہ میں نے مانا دل و جاں سے ان کو مانتی ہوں
تم اس امام کو چوتھا امام جانتی ہو

پکاری فضہؑ کہ چوتھا امام ہے اپنا — وہ بولی تو میں کا نام لے برائے خدا
زبانِ فضہؑ سے نامِ حسینؑ پھر نکلا — اسی طریق سے پھر روئی دخترِ زہراؑ

یہ نوحہ تھا مجھے برباد کر گئے بھائی
میں جیتی بیٹھی ہوں اور آپ مر گئے بھائی

سر اپنا پیٹ کے فضہؑ سے ہند نے پوچھا — ارے بتا تو سہی کیا حسینؑ قتل ہوا
جبھی ہے خواب میں زہراؑ کو ننگے سر دیکھا — وہی حسینؑ وہی ہے یہ دخترِ زہراؑ

غضب ہوا شہِ والا سے چھوٹ گئی زینبؑ
حسینؑ قتل ہوئے آہ لٹ گئی زینبؑ

پکاری فضہؑ زباں بند کر تو اے خوشخو — مجال ہے یہ کسی کی جو لوٹے زینبؑ کو
ذرا تو غور سے اے بی بی خوب تم سوچو — حسینؑ قتل ہو عباسؑ جس کا بھائی ہو

وہ بی بی قید ہو بلوے میں جا کے عبرت ہے
بہن حسینؑ کی ہوئے ردا قیامت ہے

پکاری ہند کہ اچھا نہ حال بتلاؤ　　میں ہاتھ جوڑتی ہوں تھوڑی دیر تھم جاؤ
کہا کنیزوں سے حاکم تلک ذرا جاؤ　　وہاں جو طشت میں رکھا ہے اس کو لے آؤ
کہو یزید سے واپس میں جلد کر دوں گی
قسم حسینؑ کی اس سر کو میں نہ رکھ لوں گی

یہ ذکر تھا کہ کنیزوں کا اژدحام آیا　　ہوا یہ غل سرِ سلطانِ تشنہ کام آیا
پکاری بنتِ علیؑ موت کا پیام آیا　　بہن کا نام بتانے سرِ امام آیا
کنیزوں نے سرِ سلطانِ مشرقین رکھا
حضورِ ہند کے لاکر سرِ حسینؑ رکھا

سرِ حسینؑ جو آیا محل میں مثلِ ماہ　　پکاری پیٹ کے سر ہند بنتِ عبداللہ
لو آؤ قیدیو دیکھو یہ کس کا سر ہے آہ　　صدا دی سر نے یہ اعجاز سے بحالِ تباہ
یہ دوست اپنی ہے ہرگز نہ تم چھپاؤ بہن
یہ سر ہے بھائی کا زینبؑ میں ہوں بتاؤ بہن

صدا یہ سنتے ہی اٹھی بتولؑ کی جائی　　قریب ہند کے آکر یہ بات فرمائی
حسینؑ مر گئے زینبؑ ہے قید میں آئی　　چھپاؤں کیا کہ بتاتے ہیں خود مجھے بھائی
لے بی بی فاطمہؑ کے نورِ عین کا پرسا
میں تجھ کو دیتی ہوں بھائی حسینؑ کا پرسا

زنداں میں مقید ہوئے جس دم حرمِ شاہ　　انبوہِ خلائق ہوا دروازہ پہ ناگاہ
بلوا ہوا اس درجہ کہ مسدود ہوئی راہ　　سر شرم سے زنجیر پہ عابدؑ نے رکھا آہ
تھا وہ عرقِ شرم اسیروں کے بدن میں
روتا تھا ہر اک عضو غمِ شاہِ زمن میں

سب خورد و کلاں شہر کے موجود تھے اُس جا　　اک ایک تھا پہنے ہوئے پیراہنِ زیبا
اک اک نگہ شوق سے مصروفِ تماشا　　ہر سمت کو مظلومیِ شبیرؑ کا چرچا
بازو پہ تبیانِ یداللہ بندھے تھے
اور شامیوں کے طفل وہاں کھیل رہے تھے

مشغول جو تھے کھیل میں اطفال وہ سارے　　تکتی تھی سکینہؑ وہاں حسرت سے نظارے
کہتی تھی کہ کیا ہو گئے ہمجولی ہمارے　　یا علیؑ اصغرؑ کو کہاں لے کے سدھارے
سب بچے ہیں یاں کھیل میں اور خندہ زناں ہیں
میں کھیلتی تھی جن سے وہ اطفال کہاں ہیں

ناگاہ نمودار ہوئی شامِ غریباں　　آیا غضب آلودہ وہاں شمرِ بدایماں
اور بولا تماشائیوں سے بالبِ خنداں　　اب جاؤ کہ ہوتا ہے مقفل درِ زنداں
ہووے گی رہائی نہ کبھی آلِ عبا کی
کل دیکھیو پھر سیر اسیرانِ بلا کی

یہ سُن کے پریشان ہوا انبوہ وہ سارا — گم ہو گیا اک شخص کا فرزند قضا را
چلّایا پدر اس کا رہا دل پہ نہ یارا — فرزند بھی بابا بھی اُسے کہہ کے پکارا
وہ طفل لپٹنے جو لگا اپنے پدر سے
پیدا ہوئی اک آہ سکینہؑ کے جگر سے ؎
پھر بھر کے دمِ سرد یہ کی بانو سے گفتار — اس طفل کو دیکھو تو کہ کیا خوش ہے یہ دلدار
کیا نام پدر پیار سے لیتا ہے یہ ہر بار — اک ہم ہیں کہ ہیں باپ کی فرقت میں گرفتار
دل میں جو مرے درد ہے خالق پہ عیاں ہے
میں کس کو کہوں باپ مرا باپ کہاں ہے ؎
بابا مرے ہوتے تو انہیں کہتی میں بابا — اے باپ کہاں جس کو کہوں باپ میں کہیا
یوں کوئی پدر بیٹی سے غافل نہیں ہوتا — حیران ہوں بابا کے وہ مشتاق ہوئے کیا
اعدا نے ہمیں قید کیا شام میں لا کر
بابا مرے کیوں مجھ کو نہیں ڈھونڈتے آ کر ؎
یہ کہہ کے سکینہؑ پہ جو رقت ہوئی طاری — بس ہائے پدر کہہ کے کئی بار پکاری
تڑپی جو زمیں پر تو زمیں ہل گئی ساری — جھنجلا کے کہا شمر نے پھر کرتی ہے زاری
اب خوب رُلاؤں گا تجھے اتنا ڈرونگا ؎
اب تجھ کو اسیروں سے جدا قید کرونگا ؎

پھر شمر نے بازوئے سکینہؑ کو جو پکڑا — کنبہ کی طرف اُس نے عجب یاس سے دیکھا
سب قیدیوں میں ایک قیامت ہوئی برپا — سجّادؑ کے قدموں پہ مچل کر گری دُکھیا
یوں لپٹی تھی بھائی سے وہ اس خوف و خطر میں
اک ہاتھ تو گردن میں تھا اک ہاتھ کمر میں
منھ دیکھ کے سجّادؑ کا کہتی تھی وہ رو کر — اب آپ مرے رونے کے ضامن ہوں برادر
گر تم سے چھٹی زیست مری ہوئیگی کیونکر — اب روؤں تو جو چاہے کرے شمر ستمگر
بھیّا مجھے تو شمر سے اس وقت بچا لے ؎
اب روؤں تو کر دیجیو ظالم کے حوالے ؎
اب روئی تو میں ذی نہ اب ونگی رہنا — اب روؤں اگر باپ کو اپنے تو گنہگار
فرماؤ کہ اب چھوڑ دے مجھ کو یہ جفاکار — بازو مرا کھینچنے لگا اے عابدؑ بیمار
کس طرح جدا کنبہ سے ہووے گی سکینہؑ ؎
تم کہہ دو قسم کھا کے نہ رووے گی سکینہؑ ؎
یہ کہتی تھی کھینچا جو ستمگر نے قضا را — کرتا تو پھٹا تھا وہ پھٹا اور بھی سارا
تب عابدؑ بیمار نے رو کر یہ پکارا — اے شمر یہ بن باپ کی بچی ہے خدا را
غافل تری دہشت سے نہ ہوئیگی سکینہؑ
اب ایسی ڈری ہے کہ نہ روئیگی سکینہؑ

مرثیہ

قید خانہ میں سکینہؑ کو جو لائی تقدیر — رو رو کے کہنے لگی ہو ہے مرے بابا شبیرؑ
کیوں نہیں لیتے خبر آج ہوئی ہوں میں اسیر — آداب میری تمہاری ہے ملاقات اخیر
نصف شب تک بھی یہاں منیا ہی دشوار ہوا
دیکھو اب آن کے بس آخری دیدار ہوا

مجھ کو ڈر لگتا ہے اس گھر میں لگا لو چھاتی — اندر تاریکیٔ زنداں سے میں ہوں گھبراتی
تن سے ننھی سی مری جان ہے نکلی جاتی — رو رو چلاتی ہوں لیکن نہیں تم کو پاتی
فرش ہے بیٹھنے کو سر پہ نہ کچھ سایا ہے
واہ کس گھر میں سکینہؑ کو اتروایا ہے

نیند آنکھیں لئے گودی میں پھوپی کی ہوں کبھی — دیکھ کیا کوٹھری بدتر ہے بلی گودا بھی
خاک پہ بیٹھی ہوئی روتی ہیں ماں نہیں مری — منہ سے پلو بھی نہیں آکے چھڑاتا کوئی
چین سے اپنے مکانوں میں تو سب سوتے ہیں
یاد آتا ہے جو گھر قید میں یاں ہم روتے ہیں

ہائے اب ملتی ہوں ڈر ساتھ نہیں آتے تم — جان جاتی ہے مری اور نہیں آجاتے تم
کیا خطا میری جو تشریف نہیں لاتے تم — قیدیوں کو بھی نہیں قید سے چھڑواتے تم
کس سے ہم دکھ کہیں بستی ہے ستمگاروں کی
[illegible]

کونسا گھر ہے کہ جلتا نہیں جس گھر میں چراغ — یاں تو روشن ہیں اسیروں کے فقط دل کے داغ
ڈھونڈا کتنا پہ تمہارا کہیں پایا نہ سراغ — لے گئے مجھ کو نہ دکھلانے کو فردوس کا باغ
وقتِ رخصت میں اگر آپ کو پاتی بابا
انگلی پکڑے ہوئے ہمراہ میں آتی بابا

باپ کے غم میں کئے یہ جو سکینہؑ نے بیاں — لے کے پھر گود میں بہلانے لگے خرد و کلاں
صدقے ہوتی تھی کوئی اور کوئی اس پہ قرباں — رو رو کہتی تھی جو وہ ہائے مرے بابا جاں
غم سے سینہ میں مری جان سنبھلنے کی نہیں
تم نہ آئے تو کسی طور بہلنے کی نہیں

کہتی تھی بانوؑ سے رو رو کے کہاں ہیں بابا — پاس اُن کے مجھے بھجوا دو جہاں ہیں بابا
میرے آرام ہیں بابا مری جاں ہیں بابا — کیوں مری آنکھوں سے اس وقت نہاں ہیں بابا
کیوں سکینہؑ سے جدا ہونے کی تدبیر ہوئی
کیا گنہ مجھ سے ہوا کونسی تقصیر ہوئی

منہ کو آتا ہے جلا غم سے کلیجہ میرا — میری آنکھوں کے تلے پھرتا ہے اُن کا نقشا
ماجرا مجھ سے کہو اماں کہو تم بہرِ خدا — کس لئے ہو گئے بابا مری صورت سے خفا
کچھ کیا شکوہ نہ تھا تشنہ دہانی کے سوا
میں نے کچھ مانگا نہ تھا بابا سے پانی کے سوا

بانو بہلانے لگی اس کو یہ کہہ کے سخن   آتے ہوئیں گے کوئی دم میں شہ تشنہ دہن
پانی لائیں گے لئے ساتھ جو ہونگے دشمن   کس لئے کرتی ہو رو رو کے فغان و شیون

صدقے ماں تیرے ہو گئی یا بابا ترے آتے جب تک
ہو رہی دو پل ہی میری گودی میں تم سو جاتے تک

بانو گودی میں لٹا کر لگی دینے لوری   اور تھپک کر لگی کہنے وہ نصیبوں پھوٹی
سو مری لاڈلی سو جا مری قیدی بچی   سو مری تشنہ جگر سو مری بھولی بھالی

سو رہ اے فرقت شبیرؑ میں رونے والی تو
سو مرے شاہ کی آغوش کی سونے والی تو

تھی جو جاگی ہوئی وہ بچی کئی راتوں کی   سو گئی خواب میں بابا کی نظر شکل پڑی
دیکھتے ہی وہ اسے خواب میں قدموں پہ گری   شہ نے گودی میں اٹھایا تو یہی کہنے لگی

چھوڑ کے میرے تئیں آپ کو کیونکر بابا
صدقے میں اور مری جان بھی تم پر بابا

خوب تنہائی مری ملاطر کرتے لیتے گھر سے   مجھ پہ کیا کیا ہوا اس عرصہ میں تم یہ پوچھے
شاہ نے چوم کے لب چھاتی سے لپٹا کر اسے   کہا اے جان مری تجھ پہ یہ بابا صدقے

جو ستم تجھ پہ ہوا کیا اسے تقریر کروں
تو ہی تو کہہ رہی ہے اب کیا تجھے دلگیر کروں

ایسی کچھ بن گئی مجھ پر کہ نہ آیا تجھ پاس   اب جدا تجھ سے نہیں ہوئیگا تو ہو نہ اداس
دیکھ منہ باپ کا وہ کہنے لگی با صد یاس   آپ کے کپڑوں سے آتی ہے مجھے خون کی باس

خون سے پیشانی کے بھر جانے کا باعث کیا ہے
سرخ خط حلق پہ بابا ترے یہ کیسا ہے

پٹی کیوں باندھی گلے پر ہے مرے بابا جان   زلفیں ہیں گرد پڑے ہوئے خون میں کیوں کر غلطاں
لعل لب زخمی ہیں پر خون ہیں سب دنداں   کہیں تیروں کا نشاں ہے کہیں خنجر کا نشاں

خون میں تر تمہیں سرتا بہ قدم کس نے کیا
کون بے رحم تھا ایسا یہ ستم جس نے کیا

مرثیہ ۲۱

قید خانہ میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے   دختر فاطمہؑ غیرت سے موئی جاتی ہے
روح قالب میں وہ زنداں میں گھبراتی ہے   بے حواسی سے ہر اک بار وہ چلاتی ہے

آسماں دور زمیں سخت کدھر جاؤں میں
بی بیو ہل کے دعا مانگو کہ مر جاؤں میں

کیا کروں کیا نہ کروں جلد بتاؤ لوگو   صدقہ اکبرؑ کا حقارت سے بچاؤ لوگو
اوٹ سر کے ہو کھڑے مجھ کو چھپاؤ لوگو   یا کسی گوشہ میں لیجا کے بٹھاؤ لوگو

سر کھلی ہوں کسی حجرے میں مجھے بند کرو
ہند آتی ہے مجھے خاک کا پیوند کرو

کس طرح ہند کے آنے سے نہ گھبراؤں میں   بنتِ حیدرؑ ہوں کیوں قید میں شرماؤں میں
کوئی دیوار جو شق ہو تو سما جاؤں میں   سید ہے ماں جائے کے مقتل کو چلی جاؤں میں
کربلا میں نہ یہ ذلت ہے نہ رسوائی ہے
بے ردا میں ہوں تو بے گور مرا بھائی ہے

ناگہاں فضہؑ نے دی اہلِ حرم کو یہ خبر   ہند آتی ہے بڑے جاہ و تجمل سے ادھر
بیز فنیں نقرہ و زر کی ہیں جلو کے اندر   سب کنیزیں تو ردا اوڑھے ہیں ہم ننگے سر
پر سواری بہت آہستہ رواں ہوتی ہے
ہر قدم ہند ٹھہر جاتی ہے اور روتی ہے

کہتی ہے قیدیوں کے شور و بکا نے مارا   مجھ کو اس ہائے حسینا کی صدا نے مارا
ان کے سردار کو کس اہلِ جفا نے مارا   کیا وہ سید تھا جسے اہلِ دغا نے مارا
ایک بجلی سی کلیجے پہ مرے گرتی ہے
ننگے سر فاطمہؑ آنکھوں کے تلے پھرتی ہے

ہو گیا ذبح کوئی ناصرِ باری لوگو   انس و جن حور و ملک کرتے ہیں زاری لوگو
لے چلو سوئے نجف میری سواری لوگو   ہو گی مشکل وہیں آسان ہماری لوگو
خیر سے ہیں مرے آقا تو وہ سوتے ہوں گے
ورنہ مرقد میں علیؑ بیٹے کو روتے ہوں گے

درِ زنداں پہ ہوا اتنے میں انبوہ کمال   بولے درباں بڑھے دولت و عمر و اقبال
قیدیو اٹھو ادب سے کرو سب استقبال   زنِ حاکم کا ہے زنداں میں نزولِ اجلال
قصرِ شاہی سے جو تشریف یہاں لاتی ہیں
پرسش کرنے کو تم سب کی حضور آتی ہیں

لونڈیاں تھیں زنِ حاکم کی جلو میں جو وہاں   دیکھتی کیا ہیں کہ اک شیر ہے آہن میں نہاں
لاغر و خستہ تن و فاقہ کش و تشنہ دہاں   منہ پہ ہے سیلی کے نشاں پشت پہ دُرّوں کے نشاں
ساق پا فاقہ سے زنجیر میں تھراتی ہے
استخوانوں سے لرزنے کی صدا آتی ہے

سب نے منہ کر کے سوئے ہند یہ کی نوحہ گری   دیکھئے شام کے زنداں میں چراغِ سحری
یادِ خالق میں جو ہے خلق سے ہی بے خبری   کیوں مناسل کیا یہ تو ہے عدم کا سفری
کس نے دم بند کیا طوقِ جفا سے اس کا
سلسلہ ملتا ہے کچھ شیرِ خدا سے اس کا

گردِ عابدؑ کے پھری ہند بہ حالِ تغییر   رکھ دیا پاؤں پہ سر اپنا ہٹا کر زنجیر
بولے وہ کون ہے بولی کہ کنیزِ شبیرؑ   السلام اے رسن و طوق و سلاسل کے اسیر
ہے وصیت کا محل مرنے پہ تیار ہے تو
کچھ کفن کے لئے رکھتا ہے کہ نادار ہے تو

غم نہ کھا گور و کفن میں تجھے دونگی للّٰلہ ننگے سر تیرے جنازے کے چلونگی ہمراہ
مرنے والے ترا کیا نام ہے کب سے ہے تباہ بولے مولا ابھی چالیس برس جیلے ہے آہ

نام بیکس بھی ہے قیدی بھی ہے نادار بھی ہے
حال یہ ہے کہ اسیری بھی ہے آزار بھی ہے

ہند نے پوچھا مرض کیا ہے کہا بے پدری رو کے وہ بولی دوا کیا ہے کہا نوحہ گری
گھر جو دریافت کیا کہنے لگے دربدری بولی لیتا ہے خبر کون کہا بے خبری

آہ کرنے کا سبب پوچھا تو شرمانے لگے
تازیانوں کے نشاں پشت پہ دکھلانے لگے

بولی وہ کون سے عصیاں پہ ملی یہ تعزیر رو کے فرمایا گنہ کچھ بھی نہیں بے تقصیر
اس نے منھ پیٹ لیا اور کہا کب سے ہو اسیر بولے دسویں تھی محرم کی جو پہنی زنجیر

کچھ کفن کے لئے ہمراہ نہیں لایا ہوں
باپ کو چھوڑ کے بے گور و کفن آیا ہوں

سُن کے عابدؑ کا بیاں اس نے خموشی سے کہا خاص مکہ کے شفیقوں کا ہے لہجہ اس کا
مل گیا حیدرِ کرار کی باتوں کا مزا اب چلو بیبیوں سے پوچھیں نہ اسے دو دا نیدا

پاس جب بیبیوں کے وہ صنا حشمت آئی
آلِ خاتونِ قیامت میں قیامت آئی

شان زینبؑ پہ نظر کر کے کہا یاد اور فاطمہؑ خلد سے زنداں میں آ بیٹھیں کیونکر
دیکھا بانو کو تو کہنے لگی ہو کر ششدر کوئی شہزادی ہے ایران کی یہ ننگے سر

قدرتِ خالقِ قیوم نظر آتی ہے
کوئی زینبؑ کوئی کلثومؑ نظر آتی ہے

بولی زینبؑ کہ نہ لے زینبؑ و کلثومؑ کا نام وہ نبیؐ زادیاں ہیں قید میں آئیں کیا کام
ہے غضب فاطمہؑ کی آل کے حق میں یہ کلام تو بہ کر ہوش میں آ بی بی زبان اپنی تھام

جن کو اللہ و نبیؐ عزت و حرمت دے گئے
چادریں اُن کی بھلا صاحبِ ایماں لے گئے

دن کو جس بی بی کی میت بھی نہ نکلی باہر شام میں پھرنے لگیں بیٹیاں اس کی در در
جس کی تعریف کی منبر پہ نبیؐ نے اکثر ان کو لوٹیں گے مسلماں تجھے آیا باور

بلوہ میں عترتِ محبوبِ الٰہی آئی
اور جہاں میں نہ قیامت یہ قیامت آئی

ہند اِک بار کے قدموں پہ گری گھبرا کے اور دہائی دی کہ چپ تو نہ رہو شرما کے
ذبح کر ڈالو مجھے ایک چھری منگوا کے کس مصیبت میں پڑی ہوں میں محل سے آ کے

نام شبیرؑ کا لیتی ہوں تو رو دیتے ہیں
نام جب پوچھتی ہوں سر کو جھکا لیتے ہیں

مرثیہ ۲۲

حالاتِ زنداں و ملاقاتِ ہند

ناموسِ نبیؐ آئے جو زندانِ بلا میں — سر پیٹ کے روتے تھے وہ یادِ شہدا میں
آرام سے تھا کوئی نہ اُن اہلِ ولا میں — کرتے تھے بسر ہائے حسینا کی صدا میں
سونے کا ٹھکانا تھا نہ سامانِ خورش تھا
در پر زنِ حاکم کی کنیزوں کا یورش تھا

اکثر کے خبر قیدیوں کی دوڑتی جاتی — اک ہانپتی حاکم کے محل سے ادھر آتی
گن گن کے کوئی پیاسوں کے سر اشک بہاتی — اک جھانک کے دیوار کے روزن سے سناتی
ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ خاموش رہو تم
روتے ہیں مگر ہائے حسیناؑ نہ کہو تم

اس نام سے ہول آتا ہے بی بی کو ہماری — دروازہ پہ سر ننگے کھڑی کرتی ہیں زاری
یہ سنتے ہی زینبؑ پہ قیامت ہوئی طاری — عابدؑ سے یہ رو کر کہا کچھ سنتے ہو واری
دیکھے گی ضرور آن کے ہند آلِ نبیؐ کو
کیوں کنبے کے وارث تو چھپائے گا پھپھی کو

ناگاہ بڑھا اور بچوں کی ہوئی اک ہجوم — دیواروں پہ مشعل کا اُجالا ہوا معلوم
رونے لگے سادات دہلنے لگے معصوم — رو کر کہا زینبؑ نے کہ یہ بھی مرا مقسوم
تب ہند کی آہ نبیؐ زادی سے چھٹ کر
سیدانیاں بندی ہیں جب آئیں یہاں لٹ کر

دیکھا در زنداں پہ جو سر خستہ کا دوبارا — رو کر کیا انگشتِ شہادت سے اشارا
لو مجھے بے موت اسی سر نے ہے مارا — دربانوں سے فرمایا کہ در کھولو خدارا
سنتے ہی یہ آواز مشوش ہوئی زینبؑ
یاں قفل کھلا اور وہاں غش ہوئی زینبؑ

ہوش اس کے گئے آتے ہی زنداں میں کیا — دیکھا کہ چراغِ سحری ہے کوئی بیمار
ہر چند اندھیرے میں نظر آتا ہے دشوار — پر اس کے بدن کی ہیں رگیں صاف نمودار
بے کس ہے کہ کروٹ نہ اٹھا سکتا ہے سر کو
دم توڑتا ہے بند کئے دیدۂ تر کو

سوجے ہوئے پاؤں ہیں بیڑیاں بھاری — شانوں کی رسن خون سے آلودہ ہے ساری
ناگاہ کنیز اک قریب آ کے پکاری — یوسفؑ میں جسے کہتی تھی وہ ہے یہی عاری
اس سے خبر حضرتِ شبیرؑ کو پوچھو
اور شوق سے پھر خواب کی تعبیر کو پوچھو

ماتھے پہ رکھے ہاتھ جھکی ہند خوش ایماں — کہنے لگی مڑ کر طرفِ عابدِؑ ذیشاں
آداب بجا لاتی ہوں اے یوسفِؑ زنداں — حضرت نے کہا خیر ہے اے خستہ و حیراں
آداب مرا کیا کہ حقیر اور حزیں ہوں
ہوں سوگ نشیں کنبہ کا اور خاک نشیں ہوں

یوسفؑ تو مجھے کہتی ہے کس وجہ سے ہر بار   وہ مصر کے حاکم تھے میں ہوں بیکس و ناچار
وہ بولی بروحِ نبیؐ و حیدرِ کرارؑ   چہرہ سے ترے جاہ و جلالت ہے نمودار
شوکت میں جلالت میں اسیری میں بلا میں
اس عہد کے یوسف ہو تمہیں خلقِ خدا میں

نام آیا مصیبت کا تو عابدؑ ہوئے گریاں   فرمایا یہ درجہ تو ہے یوسفؑ سے فراواں
گھر سے گئے یوسفؑ تو ہوئے مصر کے سلطاں   ہم نکلے وطن سے تو پھر اُگھر ہوا ویراں
یوسفؑ نے زمانے میں یہ محشر نہیں دیکھا
ماں بہنوں کو بلوے میں کھلے سر نہیں دیکھا

یوسفؑ نے لہو باپ کا منھ پر ملا تھا   دل پیاس سے تن دھوپ سے کب اُسکا جلا تھا
یوں طوق میں اور رسی میں کب اُنکا گلا تھا   یعقوبؑ کا فرزند نہ کانٹوں پہ چلا تھا
یوسفؑ پہ پڑے تھے نہ کبھی درّے جفا کے
یہ تو کہا اور رونے لگے پشت دکھا کے

آنکھوں کو ملا ہند نے دُرّوں کے نشاں پر   پُرکان کھڑے اس کے ہوئے طرزِ بیاں پر
کی عرض تصدق میں لبِ لعل فشاں پر   شیریں سخنی ختم ہے حضرت کی زباں پر
بالکل پسرِ فاطمہؑ کا طرزِ بیاں ہے
گویا ترے منھ میں شہِ مرداں کی زباں ہے

تم فاطمہؑ کے پیارے کے پیارے تو نہیں ہو   ہے ہے کہو شہزادے ہمارے تو نہیں ہو
مکے کے مدینہ کے ستارے تو نہیں ہو   بانو کی ضعیفی کے سہارے تو نہیں ہو
تم ہو حسنؑ پاک کے داماد کی صورت
ملتی ہے بہت آپ سے سجادؑ کی صورت

اس ذکر کو سن کر کہا فضہؑ نے ادھر آؤ   اے بی بی سرہانے پہ نہ بیمار کے جاؤ
یہ بولی میں حاضر ذرا ہوتی ہوں ٹھہر جاؤ   عابدؑ سے کہا خواب کی تعبیر تو بتلاؤ
یوں تو مجھے کیا کیا نہیں ساماں نظر آیا
اک خواب مگر سخت پریشاں نظر آیا

ہے ماہ محرم سے مجھے اشک فشانی   عاشور کو موقوف تھی نبضوں کی روانی
تا عصر گلے سے مرے اُترا تھا نہ پانی   میں پڑھ کے عشا سو گئی جو ہے یوسفِ ثانی
رویا میں نیا ظلم گزرتے ہوئے دیکھا
برقع سرِ زہراؑ سے اترتے ہوئے دیکھا

غیرت سے کہا بی بی تو ہیں جنت میں ہماری   نامحرموں نے پھر یہ ردا کس کی اُتاری
بے ساختہ سجادؑ کے آنسو ہوئے جاری   زینبؑ کے کھلے بالوں کو دیکھا کئی باری
فرمایا کہ صدمہ انھیں اُمت نے دیا ہے
سر ننگے کسی ہمسرِ زہراؑ کو کیا ہے

جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے	یاس سے کی سوئے افلاک نظر زینبؑ نے
شرم سے زانو پہ جھکا لیا سر زینبؑ نے	کہا اک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرہ پہ لگاؤ لوگو
ہند آتی ہے کہیں مجھ کو چھپاؤ لوگو

وہ تو ہے تخت نشیں اور میں ہوں خاک نشیں	پہ نہ رہ جائے جو ہو جاؤں میں پیوندِ زمیں
اس خرابہ میں تو لوگو کوئی حجرہ بھی نہیں	کیا کروں ہائے کہاں جائے چھپوں میں غمگیں
اے اجل آ کہ نہ رسوا ہے جہاں ہو زینبؑ
اے زمیں تھوڑی سی جا دے کہ نہاں ہو زینبؑ

یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہؑ نے سنا	ماں کے پاس آ کے یہ کہنے لگی گھبرا گھبرا
اماں بتلاؤ تو دروازہ پہ غل ہے کیسا	کیا ہمیں لوٹنے کو آتے ہیں پھر اہلِ جفا
پھر ستائیں نہ کہیں آن کے اعدا مجھ کو
مار بیٹھے نہ کہیں شمر طمانچہ مجھ کو

رو کے کہنے لگی بانوؑ نہ ڈرو اے پیاری	اب بھلا کیا ہے جسے لوٹیں گے آ کر ناری
زنِ حاکم کے یہاں آنے کی ہے تیاری	سر کو ہنبوڑا کے مرتے پہلو میں بیٹھو واری
قید خانے میں وہ آتی ہے امیروں کی طرح
اور ہم خاک پہ بیٹھے ہیں فقیروں کی طرح

سر کو ہنبوڑا کے وہ کہنے لگی اچھا اماں	نہیں کرنے کی میں کچھ اپنی تباہی کا بیاں
لیکن اتنی تو اجازت ہو تمہارے قرباں	ہند آئے تو میں پوچھوں ہیں کہاں شاہِ زماں
گھر میں حاکم کے پتا بابا کا جو پاؤں گی
انگلی پکڑے ہوئے ساتھ اس کے چلی جاؤں گی

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار	روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزوں کی قطار
مہندی ہاتھوں لگی پہنے لباسِ زرتار	اور تھی غرقِ جواہر وہ بصد عز و وقار
واں یہ ساماں تھا اسیروں کے دکھانے کیلئے
یاں ردائیں بھی نہ تھیں منہ کے چھپانے کیلئے

ہند یہ کہہ کے بڑھی آگے تو دیکھا یہ حال	خاک پر ایک جواں بیٹھا ہے خورشید جمال
بال ہیں سر کے بڑھے ضعف ہے چہرہ پہ عیاں	طوق کے بوجھ سے گردن کا اٹھانا ہے محال
ٹکڑے ٹکڑے تنِ پُر نور پہ اک جامہ ہے
نہ ردا دوش پہ ہے نے فرق پہ عمامہ ہے

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام	جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترکِ آداب ہے ہر چند یہ بتلائیے نام	کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہوں ظلم رسیدہ بھی ہوں ناچار بھی ہوں
اس لئے قافلہ کا قافلہ سالار بھی ہوں

بولی وہ کونسی بستی ہے جہاں تھا مسکن ؛ روکے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہ بے گور و کفن ؛ کہا ہمدرد ہے کوئی تو کہا طوق و رسن

دل کے جلنے کا سبب داغِ پدر بتلایا
اس نے پوچھی جو غذا خونِ جگر بتلایا ؛

سن کے یہ ابرِ الم ہند کے دل پر چھایا ؛ گئی رانڈوں کے قریں تو اسے رونا آیا
سر جھکائے ہوئے اک ایک کو روتا پایا ؛ ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہ پھر فرمایا

ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ تقدیریں ہیں
کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

سن کے یہ ہوگئی بیتاب علیؑ کی جائی ؛ تھا یہ نزدیک کہے ہے بیٹے کہے ہے ہے بھائی
مردنی سی رخِ بانوئے حزیں پر چھائی ؛ اڑ گیا رنگ مگر آہ نہ لب پر لائی

پر دلِ زار نے سینہ میں نہ آرام لیا
اک بیک ہائے پسر کہکے جگر تھام لیا ؛

جب کئی بار کیا ہند نے زینبؑ سے کلام ؛ منہ کو تکتی تھی مگر تھا اسے حیرت کا مقام
شانِ زہراؑ کی عیاں تھی جو سراپے سے تمام ؛ ہوگیا صاف یقیں ہے یہی ہمشیرِ امام

بولی صدقے تو مجھے ہونے دو قربان گئی
بس تمہیں حضرت زینبؑ ہو میں پہچان گئی ؛

مرثیہ

آمدِ ہند کا غل عترتِ شبیرؑ میں ہے ؛ شورِ ماتم حرمِ صاحبِ تطہیر میں ہے
دخترِ فاطمہؑ روپوشی کی تدبیر میں ہے ؛ کہتی ہے جاؤں کہاں پاؤں تو زنجیر میں ہے ؛

ذلت سخت ہے درپیش دہائی لوگو
ہند آپہنچی مجھے موت نہ آئی لوگو ؛

جاکے دربانوں کو قسمیں دو برائے یزداں ؛ کوئی کھلوائے نہ تم کھولیو قفلِ زنداں
رات کا وقت ہے بچے ہیں ہمارے ناداں ؛ گر نکل جائینگے تو ہم انہیں ڈھونڈینگے کہاں

حاکمِ شام کا کل تم پہ عتاب آئے گا
اور ہمارا تو گلا پہلے ہی کٹ جائے گا

منہ جو بالوں سے چھپاؤں تو وہ سمجھے گی غرور ؛ سلطنت سے ہے وہ نازاں ہیں اسیر و مجبور
[illegible] کہہ بیٹھے گی یہ ہند ضرور ؛ بی بی دربار میں تو جاتی ہیں دو دن [illegible]

ایسی غیرت تھی تو بلوے میں نہ آئی ہوتی ؛
حلق پر اپنے چھری آپ چلائی ہوتی ؛

شرم بازار میں کل تجھ کو نہ آئی بی بی ؛ واں تو گرد اونٹوں کے تھی ماری ماری آئی بی بی ؛
شمر کے خوف سے گردن نہ جھکائی بی بی ؛ دیکھ کر مجھ کو عبث شکل چھپائی بی بی ؛

ہند جو چاہے گی شرماکے مجھے کہہ جائیگی
دخترِ فاطمہؑ منہ دیکھ کے رہ جائیگی ؛

اور جو پہچان کے مجھ پہ کیا خلق و احساں ؛ لونڈیاں اسکی قسم کھا کے کرینگی یہ بیاں
بی بی کچھ خیر ہے زینب کہاں زنداں کہاں ؛ باپ تو عقدہ کشا بیٹی اسیرِ زنداں ؛

چین سے پردے میں اوڑھے ہوئے چادر ہوں گی
ان سے تو فاطمہؑ کی لونڈیاں بہتر ہوں گی ؛

ہوتی زینب تو ستمگار ستاتے ان کو ؛ کلمہ گو بلوے میں اس طرح پھراتے ان کو
صاحبِ قید خرابے میں بٹھاتے ان کو ؛ جن کا قرآں پہ عمل ہے وہ مٹاتے ان کو

بے ردائی ہے تباہی ہے پریشانی ہے
تو یہ تو یہ نبی زادی ہے سیدانی ہے ؛

کس طرح ہند کے آنے سے نہ گھبراؤں میں ؛ بنتِ زہرا ہوں نہ کیوں قید میں شرماؤں میں ؛
کوئی دیوار جو شق ہو تو مفر پاؤں میں ؛ سیدھے ماں جائے کے مقتل کو چلی جاؤں میں

کربلا میں نہ یہ ذلت ہے نہ رسوائی ہے
بے ردا میں ہوں تو بے گور مرا بھائی ہے ؛

لے کے لاشے کی بلائیں کہوں حالِ زنداں ؛ ہند واں آئی ہے بھائی میں چلی آئی یہاں
تھا یہی خوف کہ گھبرا کے کرے گی یہ بیاں ؛ اے پیمبر کی نواسی تو اسیروں میں کہاں ؛

قابلِ طوق ہوئی قابلِ زنجیر ہوئی ؛
کیا گنہ تجھ سے ہوا کونسی تقصیر ہوئی ؛

سب ستم دیکھے یہ اندوہ اٹھائے نہ گئے ؛ ہند کو خاک بھرے بال دکھائے نہ گئے
قید میں نام بزرگوں کے بتائے نہ گئے ؛ در بدر پھرنے کے احوال سنائے نہ گئے

ملتی کیا ہند سے میں خاکِ عزا تھی سر پہ
نہ تو تم تھے مرے سر پہ نہ ردا تھی سر پہ ؛

کربلا کا جو سنا نام سکینہ نے آہ ؛ یک بیک ہو کے کھڑی کہنے لگی بسم اللہ
اچھی میری پھوپی اماں مجھے لینا ہمراہ ؛ میں وہیں پاؤں گی ظالم کے طمانچوں سے پناہ ؛

ضبط اب رونے کا زنہار نہ ہوگا مجھ سے
ننگے سر روز کا دربار نہ ہوگا مجھ سے ؛

آہ بھر کر کہا زینب نے میں تیرے قرباں ؛ کربلائے شہِ مظلوم کہاں اور میں کہاں
طوق گردن میں ہے اور پاؤں میں زنجیر گراں ؛ میں ہوں زنداں کے قابل مرے قابل زنداں ؛

بیٹھو صدقے گئی بیٹھو میں کہاں جاؤں گی
بیڑیاں پہنے کسی دن یہیں مر جاؤں گی ؛

میں ہوں بیخود مرے کہنے پہ نہ جاؤ واری ؛ آنے جانے کا کہیں ذکر نہ لاؤ واری
پھوپی کہہ کہہ کے نہ اب شور مچاؤ واری ؛ ہند آتی ہے مری گود میں آؤ واری ؛

غیر ملنے کو جو آتا ہے تو چپ رہتی ہیں
پھوپی کو ایسی جگہ کنبہ موئی کہتی ہیں ؛

پوچھے گر گھر کو تو آوارہ وطن بتلانا .:. نام خواہر کا فقط رانڈ دلہن بتلانا
بھائی کو قیدی زنجیر و رسن بتلانا .:. باپ کو سید بے گور و کفن بتلانا .:.

دیکھو غیرت سے میں ہو جاؤں گی پانی پانی
ہند کے آگے نہ تم مانگیو جانی پانی .:.

اپنی ناداری پہ رو کر یہ سکینہ نے کہا .:. جان جائے یہ نکل جائے تو مانگوں نہ غذا
میں بھی اکبر کی بہن ہوں مجھے غیرت نہیں کیا .:. اپنے سقہ کیلئے روتی ہوں پانی کیسا

نے غذا مانگوں گی نے رخت بدن مانگوں گی
بے کفن باپ کا لاشہ ہے کفن مانگوں گی .:.

میں نہیں لینے کی میوے وہ اگر لائے گی .:. خاک سمجھوں گی اگر خلعت زر لائے گی
کان دکھلاؤں گی زخمی جو گہر لائے گی .:. پڑے عابد کی جو چادر سر پر لائے گی

پوچھا زینبؑ نے کہ کیا رو کے کہا کہہ دوں گی
بابا صاحب کا جو سر دے گی تو میں لے لوں گی .:.

سن کے یہ لوٹ گئے خاک پہ یوں آل عبا .:. جیسے خنجر کے تلے تڑپے تھے شاہ شہداؑ
کاٹ کر ڈال دے تیغ حیا نے اعضا .:. دم نہ تھا جان نہ تھی ہوش تھا سر نہ تھا

یوں حرم لوٹتے تھے جکڑے ہوئے آہنوں میں
زیر خنجر وہ تڑپتے تھے جیسے مقتل میں .:.

در زنداں پہ قدم ہند نے رکھا ناگاہ .:. اور باہر سے نقیبوں نے کہا بسم اللہ
لونڈیاں آگے بڑھیں کہتی ہوئی بیٹھی نگاہ .:. پیچھے دامن لئے ہاتھوں پہ خواصیں ہمراہ

ایک سر پر لئے کرسی زمرد آئی
ایک بغلوں میں لئے تکیہ و مسند آئی

زن حاکم کی یہ حشمت یہ لباس پر زر .:. اور بانوئے حسینؑ ابن علیؑ ننگے سر
نہ مکاں نہ مدینہ نہ پدر نے شوہر .:. دونوں سرکاریں لٹیں رہنے کو پایا یہ گھر .:.

خون اکبرؑ کا لگائے ہوئے پیشانی پر
روتی تھی اپنی گرفتاری و حیرانی پر

ہند نے دیکھ کے اک اندر کی طرف دی یہ صدا .:. یہ غلام کیسا جو یہاں ہائے پڑا ہے کس کا
کس کے یوسف کا ہے اس تیغ کے حلقہ میں گلا .:. کیسی بے قدر ہو تم قدر نہیں اس کی ذرا

کام آخر ہوا اک دم میں یہ دم توڑتا ہے
ایسے بیمار کو تنہا بھی کوئی چھوڑتا ہے .:.

مرثیہ

سر کھلے قید میں جب دخترِ زہراؑ آئی ؛ دیکھنے ہند اسیروں کا تماشا آئی
جب کہ نزدیک سرِ سیدِؑ والا آئی ؛ دیکھ کر اس نے کہا سر یہ بلا کیا آئی
پوچھو ان قیدیوں میں کس سے حقیقت ان کی
ملتی ہے احمدِ مختار سے صورت ان کی

کہا لونڈی سے کہ جا بیبیوں سے پوچھ ذرا ؛ کس قبائل سے ہو تم اور وطن ہے کس جا
گر مدینہ کہیں تو پوچھیو حالِ آقا ؛ ٹھیک اس سر سے ہے شبیرؑ کا نقشہ ملتا
قید ان بیبیوں میں دخترِ حیدرؑ تو نہیں
پوچھو یہ سر سرِ فرزندِ پیمبر تو نہیں

کہا لونڈی نے چلو گھر تمہیں اس قصہ سے کیا ؛ آئی تھیں دیکھ لیا خیر جو ہونا تھا ہوا
ہند نے غور سے پھر جانبِ زنداں دیکھا ؛ دیکھا اک لڑکی ہے بیٹھی ہوئی کونے میں جدا
کہا لونڈی سے وہ لڑکی جو نظر آتی ہے
اس تلک چل کہ طبیعت مری گھبراتی ہے

ہند اٹھی یاں سے سکینہؑ نے ادھر دیکھا ؛ یہ چلی اور سکینہؑ نے بھی زانو بدلا
ہند پھر بیٹھ گئی دیکھ کے گردن کو جھکا ؛ کہا لونڈی سے کہ جا جلد مری بیٹی کو لا
بڑے ملنے سے اگر غیروں کے شرماتے ہیں
بچے دستور ہے بچوں سے بہل جاتے ہیں

لونڈی دوڑی گئی بچی کو لے آئی جا کر ؛ دیکھا بیٹی نے کہ ماں کے نہیں سر پہ چادر
پوچھا گھبرا کے کہ کیوں کھول دیا آپنے سر ؛ ہند نے رو کے کہا چپکے سے بولو دختر
صورت اک دم کو بگاڑو نہ سنوارو ٹوپی
تم بھی سر کھول دو للہ اتارو ٹوپی

تھا سنا تم نے بھی غل قیدیوں کے آنے کا ؛ واری ماں مجھ کو بھی دھڑکا ہوا آ کر اس جا
آئی کچھ دیکھنے کو آ کے یہاں کچھ دیکھا ؛ سنی ان قیدیوں میں ہائے حسینا کی صدا
سن کے اس نام کو دم سینے میں گھبراتا ہے
اپنے آقا کی طرف سے مجھے شک آتا ہے

تجھے بلوایا ہے اس واسطے میں نے بیٹی ؛ دیکھ کر حال مجھے پوچھتے ہے شرم آتی
خاک پہ بیٹھی ہوئی سامنے جو ہے لڑکی ؛ بیٹھ جا خاک پہ کچھ فرق سے جا کر پوچھا
جائے عبرت ہے بھلا دیکھو گھر کی باتیں
کر کے کچھ بات سن اس خستہ جگر کی باتیں

ہند نے بیٹی سے اپنی کہا جس وقت بیاں ؛ بچی گھبرا کے ہوئی سوئے سکینہؑ نگراں
ماں کی گودی سے چلی پھینک کے ٹوپی ناداں ؛ آئی نزدیک سکینہؑ کے جو وہ سوختہ جاں
کر کے تسلیم پکاری مری نادان بہن
خاک پر بیٹھی ہے کیوں اے ترے قربان بہن

سمجھا کرتا تو ہے پر داغ ہیں اس میں کیسے ؛؛ کہا گھبرا کے سکینہؑ نے لہو کے دھبے
پیچ ہوتا ہے بہن کہہ کے پکارو تم مجھے ؛؛ اجنبی سے نہیں اس طرح سے ملتے جلتے
تو بہن کہتی ہے یاں جان چلی جاتی ہے
ایک بچھڑی بہن اپنی مجھے یاد آتی ہے ؛؛
ماسوا اس کے میں تجھ سے کہوں کیا حال اپنا ؛؛ جب سے پیدا ہوئی میں اپنے پرائے نے کیا
نہ بہن مجھ کو کسی نے کہا بی بی کے سوا ؛؛ تو نے بہنا جو کہا یہ بھی ہے احسان ترا
خیر سن لیتی ہوں جیسی کوئی کہہ جاتا ہے
قیدی کہہ جاتا ہے لونڈی کوئی کہہ جاتا ہے ؛؛
سن کے ناداں کی تقریر کو ناداں روئی ؛؛ کہا اب آپ کو لونڈی نہ کہے گا کوئی
بی بی فرمائے تو کیا ہوا اور کیا گزری ؛؛ کہا ناداں نے باتوں کی نہیں میں عادی
یاں تلک خیر ہے باتیں جو سوا ہوئیں گی
سامنے بیٹھی ہیں اماں وہ خفا ہوئیں گی
ہوتی ہے کونسی راحت جو نہ پائی میں نے ؛؛ باپ بھائی بھی ملے بہنیں بھی پائی میں نے
آج تک گھر کی کسی کی نہیں کھائی میں نے ؛؛ میری اتنوں نے اٹھائی نہ اٹھائی میں نے
پھوپھی نے آنکھ دکھائی نہ چچی نے گھرکا
آج تک مجھ کو نہ کنبہ میں کسی نے گھرکا ؛؛

کیا کہوں گھر کبھی کنبہ سے بھرا تھا میرا ؛؛ میں ہی اک گھر میں نہ تھی کنبہ سوا تھا میرا
چچیاں تھیں پھپیاں تھیں بھائی تھا بھتیجا میرا ؛؛ باپ ہوگا نہ کسی کا جو چچا تھا میرا
سارا گھر چاہنے والا تھا ادھر اور میں تھی
گود عباسؑ کی تھی آٹھ پہرا اور میں تھی ؛؛
گہہ چچی جان سے، ہمشکل نبیؐ نے چھینا ؛؛ پیار میں آ کے بھتیجے سے چچا نے چھینا
چچی کی گود میں آئی تو پھوپھی نے چھینا ؛؛ شمر کے ہاتھ سے لیکن نہ کسی نے چھینا ؛؛
چلنے پھرنے کا مزا بھی نہیں چکھا میں نے
اب سوا پاؤں زمیں پہ نہیں رکھا میں نے
سوتی بستر پہ نہ تھی باپ کے سینے کے سوا ؛؛ جاگ اٹھتی تھی تو لے لیتے تھے گودی میں چچا
ان سے لیکر چچی منہ ہاتھ دھلاتی تھیں مرا ؛؛ گوندھ کر سر مرا پہناتی تھیں اجلا کرتا
شمر کے ہاتھ سے اب شاق ہے جینا مجھ کو
چھین لیں بالیاں اور مارا طمانچہ مجھ کو ؛؛

مرثیہ

جب کہ دربار سے زنداں میں سدھارے قیدی ؛ راہ بھر روتے گئے ظلم کے مارے قیدی
فرطِ غیرت سے موئے جاتے تھے سارے قیدی ؛ پہنچے زنداں میں تو رو رو کے پکارے قیدی ؛

چین پڑتا نہیں اندھیارے میں بیچاروں کو
یا حسینؑ آکے چھڑا جاؤ گرفتاروں کو ؛

قیدیوں میں یونہی رہتا تھا ہمیشہ کہرام ؛ ہند سے آکے کسی نے کیا اک دن یہ کلام
کہیں لے آیا ہے اک قافلۂ غم سوئے شام ؛ قید خانہ میں اب ان کو نہیں پڑتا آرام

رات دن نالہ و فریاد کیا کرتے ہیں
فاطمہؑ بی بی کا کچھ نام لیا کرتے ہیں ؛

سن کے اس بات کو کچھ ہند کا دل بھر آیا ؛ بولی قسمت نے یہ کیا مجھ کو غضب سنوایا
کو کہ یہ فاطمہؑ بی بی کے خدا کا سایا ؛ حاکمِ شام نے زنداں میں کیسے بٹھلایا

جوش کرتی ہے کچھ اس وقت مصیبت دل سے
کھانے پینے کی اٹھی جاتی ہے لذت دل سے

حاکمِ شام سے کی ہند نے رخصت طلبی ؛ حکم پایا تو چلی گھر سے وہ غمخوارِ نبیؐ
دل میں کہتی تھی کہ اے تیرے رسولِ عربی ؛ مارے دھڑکے کے قیامت ہے مجھے جاں بلبی

حالِ زنداں میں سنوں میں نہ کسی کے غم کا
سامنا ہو نہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے غم کا ؛

مشعلیں تھیں شبِ تاریک میں اسکے ہمراہ ؛ لیکن اندیشے سے حالت تھی بہت اس کی تباہ
نصفِ شب کو گئی زنداں میں جو روتی ناگاہ ؛ غور سے کر گئی وہ سارے اسیروں پہ نگاہ

کچھ نہ پہچانا کہ مدت میں ہر اک کو دیکھا
پر قیامت کی مصیبت میں ہر اک کو دیکھا

کسی کے سوجے ہوئے کان اسے آئے نظر ؛ کسی کو دیکھا کہ ہیں نیل پڑے بازو پر
کسی کو دیکھا ہونٹوں پہ ورم چشم ہے تر ؛ کسی کو دیکھا کہ ٹوٹی ہوئی ہے غم سے کمر

سر کھلے سارے عزیزوں کو برابر پایا
گور سے خانۂ تاریک کو بدتر پایا ؛

ہند گھبرا گئی اور کرنے لگی یہ گفتار ؛ ہوا کس بات پہ جھگڑا چلی کیونکر تلوار
قیدیوں نے کہا بیعت پہ ہوئی تھی تکرار ؛ رو کے وہ بولے کہ مارے گئے کتنے سردار

رانڈیں چلائیں کہ ہفتاد و دو تن قتل ہوئے
سب کے سردار بھی تشنہ دہن قتل ہوئے ؛

اس نے پوچھا کہو کچھ قوم کے اپنے حالات ؛ قیدی بولے ہم اسیرانِ بلا ہیں سادات
وہی ذات اچھی ہے بی بی جو پیمبر کی ہے ذات ؛ ہند بولی کہ اکٹھا ہوئے ہیں ذات و صفات

شرم اور حلم میں یہ صورتیں لاثانی ہیں
گھٹے سجدوں کے ہیں پیشانیاں نورانی ہیں

صاحبو اپنے وطن کا کرو کچھ ہم سے بیاں ٭ کہا سب نے کہ قریشوں میں ہمارے ہیں مکاں
دل میں یوں کہنے لگی ہند کہ پاس آیا نشاں ٭ کہا پھر ہند نے واں خانۂ زہراؑ ہے کہاں
بولے سب قیدی کہ گھر اپنے ہیں اس گھر کے قریب
خانۂ فاطمہؑ ہے قبر پیمبرؐ کے قریب
تجھے کیا کام ہے کرتی ہے جو یہ قال و مقال ٭ قیدخانہ میں اسیروں کا یہی ہوتا ہے حال
ہند بولی مجھے اس وقت تعجب ہے کمال ٭ تم میں اک بی بی کا زینبؑ سے مشابہ ہے جمال ٭
بولی زینبؑ قلق اب مجھ کو غضب ہوتا ہے
نام زینبؑ کا تو لے ترکِ ادب ہوتا ہے
ہند سے حضرت زینبؑ سے یہی تھی تقریر ٭ کچھ نہ کھلتا تھا کہ ہیں کون بچاری یہ اسیر
قلقِ دل سے لگی پیٹنے شہؑ کی ہمشیر ٭ خود بخود نکلا یہی منہ سے کہ ہے ہے شبیرؑ ٭
بول اٹھی ہند میں قربان تمہیں زینبؑ ہو ٭
میں اٹھا سکتی ہوں قرآن تمہیں زینبؑ ہو ٭
کربلا کو کہا پھر ہند نے رو کر یہ خطاب ٭ تجھ پہ میں صدقے ہوں اے فاطمہؑ کے دُرِّ خوش آب
پھول سے جسم کو کس طرح ہوئی زخموں کی تاب ٭ ظلم خنجر کا گلے پر ہوا بے حد و حساب
دیکھو آقا گھڑی زنداں میں یہ دکھ پائی ہے
دیکھنے آپ کے ناموس کو ہند آئی ہے

زینبؑ اس طرح سے مقتل کی طرف چلائی ٭ رن میں تم سوتے ہو اب کیا کروں میں دکھیائی
میری قسمت نے مصیبت یہ مجھے دکھلائی ٭ ہند پہچان گئی چھپ نہ سکی میں بھائی ٭
بھائی مارا گیا اور آئی نہ ہمشیر کی موت
ہائے کیا ہو گئی لوگو مری تقدیر کی موت

سوز

جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے ٭ سجادؑ پابرہنہ بہ درد و الم چلے
پیچھے سروں کو پیٹتے پابندِ غم چلے ٭ زینبؑ نے لاشِ شہؑ سے کہا بھائی ہم چلے
مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اٹھاتی ہوں
دربار میں یزید کے سر ننگے جاتی ہوں

رن میں جب بانوئے بیکس کی سواری آئی ٭ لاشِ اکبرؑ پہ وہ کرتی ہوئی زاری آئی
اٹھو مرے لال یہ مشتاق تمہاری آئی ٭ دیکھو کس شان سے ہے ماں یہ تمہاری آئی
نہ تو ہودج ہے نہ محمل نہ عماری بیٹا
سر کھلے بلوے میں ہے ماں یہ تمہاری بیٹا

مرثیہ

دربار میں آمد ہے اسیرانِ بلا کی ؛ زنداں سے طلب ہے حرمِ شاہِ ہدا کی
حالت ہے بری عترتِ محبوبِ خدا کی ؛ نے طاقتِ رفتار نہ مقدور بکا کی ؛
فاقوں سے کھڑے رہنے کی طاقت نہیں تن میں
دہشت سے ستمگاروں کی لرزہ ہے بدن میں ؛

تھا شور کہ اے قیدیو دربار میں جاؤ ؛ کیا بیٹھے ہو زنداں میں قدم جلد بڑھاؤ
خالق نے کیا رحم اب آنسو نہ بہاؤ ؛ حلقے رسنِ ظلم کے ڈھیلے کریں آؤ
حاکم کو دعا دو کہ تمہیں شاد کرے گا
اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا ؛

سن کر یہ سخن کہنے لگی زینبؑ ناچار ؛ اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا سرِ دربار ؛ نے سر پہ ردائیں ہیں نہ ہے طاقتِ گفتار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو
گھل گھل کے اسی قید میں مر جانے دو ہم کو ؛

میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی ؛ کس سے میں ملوں چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی
ماں جائے نے گردن تہِ شمشیر کٹائی ؛ بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ ؛
برسی نہ ہوئی بھائی کی اور مر گئی زینبؑ ؛

بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا ؛ بیٹے نہیں بچھڑے حسنؑ سے ہو ملنے کی تمنا
قاسمؑ ہیں کہ دکھلائیں گے آ کر مجھے سہرا ؛ اکبرؑ ہے جنہیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجہ
لاشے بھی ابھی تک نہیں پیاروں کے گڑے ہیں
آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں

فرمانے لگے رو رو کے تب عابدِ بیمار ؛ اس وقت پھوپھی جان مناسب نہیں تکرار
کیا بس ہے چلو جس طرح چلو پھر سرِ دربار ؛ دیکھیں تو کہ اب کہتا ہے کیا حاکمِ غدار
کب سے نہیں کی سبطِ پیمبرؐ کی زیارت
شاید ہو میسر سرِ سرورؑ کی زیارت ؛

رو کر کہا زینبؑ نے جو مرضی تری پیارے ؛ مختار ہو تم اب تو میں ہوں ساتھ تمہارے
سن کر یہ سخن قید سے قیدی اٹھے سارے ؛ پر ان کے قدم کانپتے تھے ضعف کے مارے
نورانی بدن گردِ غریبی سے اٹے تھے
بکھرے ہوئے تھے بال گریبان پھٹے تھے

اس حال سے پہنچے جو وہ بیکس سرِ دربار ؛ تعظیم کو مسند سے اٹھا حاکمِ غدار
کٹوائی گئیں جب بیڑیاں اور طوق گرانبار ؛ گردن کو جھکا رونے لگے عابدِ بیمار
صدمہ سے جو اشکِ شہِ خوشخو نکل آئے
اس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

اس وقت یہ عابدؑ سے وہ کہنے لگا جلاد ؛؛ محجوب نہایت ہوں میں اے سید سجادؑ
تھا دشمنِ سادات ابن زیادِ ستم ایجاد ؛؛ میں خانۂ زہراؑ کو نہ کرتا کبھی برباد

شرمندہ ہوں میں قتل حسینؑ ابن علیؑ سے
شکوہ مرا کیجو نہ رسولؐ عربی سے

یہ کہہ کے سب اسباب شہیدوں کا منگایا ؛؛ تب شمر لباس شہہ دیں کشتی میں لاتا
سجادؑ کا دل سینہ میں اسوقت بھر آیا ؛؛ سر پیٹ کے یہ زینبؑ بیکس نے سنایا

اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے لوگو
بھائی کے مرے خون کی بو آتی ہے لوگو

القصہ دیا لوٹ کا اسباب ستمگر ؛؛ عابدؑ سے کہا اب تو عمامہ رکھو سر پہ
اور حضرت زینبؑ سے کہا اوڑھیں چادر ؛؛ عابدؑ نے کہا باندھوں عمامہ ابھی کیونکر

ہے چاک گریبان علیؑ بیٹے کے غم میں ؛؛
سر ننگے محمدؐ ہیں نواسے کے الم میں ؛؛

ملبوس درکار ہے نہ اب زر و زیور ؛؛ بہر حسنؑ و حیدرؑ و زہراؑ و پیمبرؐ
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سر انور ؛؛ تا دفن کروں قبر میں لاشے سے ملا کر

بابا سا کبھی میرے کوئی مظلوم نہیں ہے ؛؛
شہ کا سر پُرنور کہیں لاشہ کہیں ہے ؛؛

سن کر یہ سخن کہنے لگا حاکم بے پیر ؛؛ سب کچھ دیا پر ایک نہ دوں گا سر شبیرؑ
جو شیر کہ بی بی کے پلا فاطمہؑ کا شیر ؛؛ طاقت تھی کہ کوئی اسے کرتا تہہ شمشیر

کچھ اور نہیں بعد ظفر ہاتھ لگا ہے
زر میں نے لٹایا ہے تو سر ہاتھ لگا ہے ؛؛

سجادؑ نے فرمایا کہ اے حاکم مکار ؛؛ وہ عذر ابھی تھا یہ ابھی کرتا ہے گفتار
خود تو نے کیا قتل کا شبیرؑ کے اقرار ؛؛ خون شہدا ہے تری گردن پہ ستمگار

اس دن تجھے محجوب یہ بیداد کرے گی
جب فاطمہؑ اللہ سے فریاد کرے گی

دیتا نہیں گر مجھ کو سر سبط پیمبرؐ ؛؛ اب بارہ اسیروں کے بھی سر تن سے قلم کر
یوں جاؤں گا گھر کو تو یہ فرمائیں گے حیدرؑ ؛؛ سر باپ کا بھی لے نہ سکا عابدؑ بے پر

ہمراہ لیا رانڈوں کو اور رو کے پھر آیا ؛؛
غربت میں مرے لال کا سر کھو کے پھر آیا ؛؛

ناگاہ صدا سبط پیمبرؐ کی یہ آئی ؛؛ سجاد خدا کیلئے کرنا نہ لڑائی
گر ہو گئی تیرے بھی سر و تن میں جدائی ؛؛ پھر ہووے گی دوزخ سے نہ امت کی رہائی

مظلوم ہو مغموم ہو اور خستہ جگر ہو ؛؛
لازم ہے تمہیں صبر کہ صابر کے پسر ہو ؛؛

آنکھوں سے آنسو پونچھ کے سمجھا رہی ہے ماں ؛ لو چپ ہو کہ بیٹھے ہیں در پہ نگاہباں
صدقہ ہو ماں کل اور ٹھہر جائے گا مکاں ؛ نکلا ہے چاند آئے گی اب چاندنی یہاں
جھونکے ہوا کے بھی کوئی ساعت میں آئیں گے
واری ہم اپنی گود میں تم کو سلائیں گے

ماں بیٹی میں یہاں تھی غم انگیز داستاں ؛ آئی پہر کے بجنے کی آواز ناگہاں
ہشیار ہو گیا تو یہ پکارے نگاہباں ؛ بھاگے اسیر تو نہ بچے گی کسی کی جاں
تڑپے دل اور جبیں جو دہ چند ہو گیا
زنداں کا در لحد کی طرح بند ہو گیا ؛

چلائی جلد اٹھ کے سکینہ غضب ہوا ؛ ماں نے گلے لگا کے کہا شکر کی ہے جا
قربان جاؤں دل کو سنبھالو پئے خدا ؛ دیکھو گزر گئی ہے پہر رات میں قضا
اب تو بنی ہوئی ہے خدا پر نظر کرو
تا صبح جس طرح سے ہو بیٹی بسر کرو

تدبیریں ماں نے کیں پئے تسکیں عجب عجب ؛ اس رات کی طرح سے بڑھا صدمہ تعب
رونے میں کٹ گئی جو سکینہ کو نصف شب ؛ ناچار ہو کے گود میں لیٹی وہ خوش لقب
سستی کمال خاطر نازک پہ چھا گئی
باتیں جو ماں نے کیں تو ذرا نیند آ گئی ؛

رانڈوں کا ملک شام میں جس دم گزر ہوا ؛ زانو پہ جھک کے شرم سے اونچا نہ سر ہوا
فرطِ حیا سے جسم پسینہ میں تر ہوا ؛ ہر سو ہجوم دیکھ کے ٹکڑے جگر ہوا ؛
پھر کر تمام کوچہ و بازارِ شام میں
شہزادیاں پہنچ گئیں دربارِ عام میں ؛

تا دیر کی یزید سے عابد نے گفتگو ؛ رو پا کے جھکائے ہوئے سر کو سب عدو
محجوب ہو کے تخت سے اٹھا سیاہ رو ؛ داخل ہوا محل میں بد اطوار و تند خو
اپنے گھروں کو روسیہ سب شادماں گئے
زنداں کو اہلبیتؑ امام زماںؑ گئے

بالو سے دم بہ دم یہ سکینہ کا تھا بیاں ؛ کیسا مکان ہے کہ ہوا تک نہیں جہاں
دیکھوں گی کس طرح سے بھلا شکل آسماں ؛ ہے یہ زمیں تک نظر آتی نہیں یہاں
اماں سبھوں کی جان خدا ہی بچائے گا
شب کو بھی کیا چراغ جلایا نہ جائے گا ؛

ایسی ہی تیرگی ہے تو بس ہو چکی حیات ؛ میں جانتی ہوں آج کی شب کو شبِ وفات
سوتے تھے لیکے سینہ پہ بابا تمام رات ؛ عادت مری بگاڑ گئے شاہِ خوش صفات
جب شمع گل ہوئی ہے تو گھبرا کے روئی ہوں
اماں بھلا کبھی میں اندھیرے میں سوئی ہوں ؛

سوتی تھی کوئی دم کہ بندھا آنسوؤں کا تار :: دیکھا یہ خواب آئے ہیں سلطانِ نامدار
پھیلائے ہاتھ ڈھونڈتی اٹھی وہ دلفگار :: جھک جھک کے دیکھتی تھی ہر اک سمت بار بار
کہتی تھی ہے غضب کا اندھیرا ضیا نہیں
بابا کدھر کھڑے ہو مجھے سوجھتا نہیں ::

تھے سب حرم یتیم کی باتوں پہ نوحہ گر :: روتے تھے پاسباں بھی منہ ڈھانپ ڈھانپ کر
تا گھر گئی یزید کو اس حال کی خبر :: مچلی ہوئی ہے دخترِ سلطانِ بحر و بر
فریاد کر رہی ہے عجب اضطرار ہے
بابا کو دیکھنے کیلئے بے قرار ہے ::

لیجاؤ فرقِ شاہ یہ بولا سیاہ رو :: لے کر سرِ حسینؑ روانہ ہوئے عدو
تھی راہ میں چمک سرِ انور کی چار سو :: زنداں کے پاس جا کے جو دی گیسوؤں نے بو
سیدانیوں میں حشر ہوا صف الٹ گئی
زنداں کے در سے آ کے سکینہؑ لپٹ گئی ::

خوش خوش کھڑی ہوئی تھی سکینہ لگائے آس :: اتنے میں وا ہوا جو در آئی گلوں کی باس
پھیلی ضیائے حسنِ شہنشاہِ حق شناس :: روشن ہوا مکان جو مدت سے تھا اداس
دوڑے حرم حسینؑ کی تسلیم کے لئے ::
[illegible] تعظیم کے لئے ::

پھیلا کے دونوں ہاتھوں سے دامانِ پیرہن :: معصومہ نے لیا سرِ سلطانِ بے وطن
چومی کبھی جبیں کبھی عارض کبھی دہن :: تھا سر کے گرد مجمعِ اولادِ پنجتن
بیکس بہن جدھر تھی شہِ مشرقین کی
آنکھیں اسی طرف کو لگی تھیں حسینؑ کی ::

بیٹھی زمیں پہ لے کے سکینہؑ سرِ امامؑ :: منہ رکھ کے منہ پہ کھو گئے اُس کے کلام
غش آگیا کہ لائی قضا موت کا پیام :: لپٹی سرِ پدر سے کھنچی جب رگیں تمام ::
تھا منہ پہ منہ کہ زیست کا نقشہ بدل گیا
ہچکی بس ایک آئی وہیں دم نکل گیا ::

بابا سے مل رہی تھی سبھوں کو یہ تھا گماں :: عرصہ ہوا تو بولی یہ شانہ ہلا کے ماں
واری اب اٹھو کہ ملیں اور بیبیاں :: سنتی ہو دو پھپھی کو سرِ سرورِ زماں
پایا نہ کچھ جواب تو غم دل پہ چھا گیا
رو کر کہا یہ سب نے کہ شاید غش آ گیا ::

بانو نے جب زمیں سے اٹھایا سنبھال کے :: دیکھا تو اختیار میں ہیں دست و پا نہ سر
گردن کو اس طرف سے جو تھاما ڈھلکی اُدھر :: ہے ہے یہ کیا ہے ماں نے کہا تھام کر جگر
کس کو دکھا کے فکرِ دوا و غذا کروں
زنداں کا در ہے بند سکینہ میں کیا کروں ::

کہ نا اٹھا کے سینہ کو پیٹنے لگی ہوا ؛ زینبؑ سے کی یہ عرض کہ پڑھئے کوئی دعا
سجادؑ سے کہا کہ ادھر آؤ میں فدا ؛ بیٹا بہن کی نبض تو دیکھو مرض ہے کیا
چونکا ہے بہن سب خبر دست و پا نہیں
غش میں کسی کا حال یہ دیکھا سنا نہیں ؛

دیکھی جو نبض رونے لگے عابدؑ حزیں ؛ ماں نے کہا تڑپ کے مجھے تاب اب نہیں
جو حال ہو خدا کیلئے کہہ چکو کہیں ؛ سجادؑ سر جھکا کے یہ بولے کہ مر گئیں
تکلیف دیجئے نہ تن پاش پاش کو ؛
جلدی لٹائیے کہ اذیت ہے لاش کو ؛

؛ چلائی ماں کہ ہائے مری جان مر گئیں ؛ آخر ہوئی نہ رات سکینہؑ گذر گئیں ؛
؛ بیٹی کہاں میں ڈھونڈنے جاؤں کدھر گئیں ؛ گھبرا رہی تھیں شام سے دادی کے گھر گئیں ؛
کیوں کر ملا مکان کہو کیا پتا دیا ؛
رستہ بہشت کا تمہیں کس نے بتا دیا ؛

صدقے گئی ہوا اس اندھیر میں انتقال ؛ بیٹی یہ داغ دل سے نہ جائیگا ماہ و سال
فضہ نے پاسبانوں سے جا کر کیا سوال ؛ دیدو کوئی چراغ تو احسان ہے کمال
ہو روشنی یہ رسم ہے سارے جہان میں
میت پڑی ہوئی ہے اندھیر مکان میں ؛

انساں کیلئے قید ہلاکت کا سبب ہے ؛ بچوں کو اسیری میں سوانح و تعب ہے
امید رہائی کی نہ ہووے تو غضب ہے ؛ اب دردِ سکینہؑ کا بیاں داد طلب ہے ؛
بازو بھی رسن سے چھلے گردن بھی چھلی ہے
بچپن میں اسیری بھی یتیمی بھی ملی ہے ؛

چوتھا برس آغاز یہ سن کی ہے صغیری ؛ بچپن کی یتیمی تو ہے لڑکپن کی اسیری
تھی جس کے بزرگوں کو دو عالم کی امیری ؛ اس کو اسیری ہے نہ سامانِ فقیری
سر کو در و دیوار سے ٹکراتی ہے کیا کیا
پہلی جو اسیری ہے تو گھبراتی ہے کیا کیا ؛

ہر شب در زنداں پہ وہ شبیرؑ کی شیدا ؛ چلاتی تھی رو کر ہے کوئی رحم دل ایسا
بیکس مرے بابا کو یہ پیغام دے میرا ؛ زنداں سے سکینہ کو نہیں چھوڑتے اعدا
پالا ہے مجھے تم نے بڑے ناز و نعم سے
اب اپنا جگر سخت کیا آپ نے ہم سے ؛

ماں کہتی تھی پیغام کسے دیتی ہو واری ؛ تاریک ہے شب خلقِ خدا سوتی ہے ساری
لیجائے گا اس دکھ میں خبر کون تمہاری ؛ وہ کہتی تھی لوگو نہ کرو فکر ہماری
اب تو نہیں رو کر میں ستاتی ہوں کسی کو
ان باتوں سے ہوتی ہے تسلی مرے جی کو

یہ کہتی تھی اور چشم سکینہ تھی سرِ راہ ؛ تنہا درِ زنداں پہ کھڑی کرتی تھی وہ آہ
پیدا جو وہاں ایک ضعیفہ ہوئی ناگاہ ؛ چلاتی تھی ہر دم کہ دوہائی مرے اللہ
دو ننھے سے لاشے تو وہ گودی میں لئے تھی
اور خاک بھرے بال پریشان کئے تھی

پاس آکے سکینہ کے وہ بی بی ہوئی گویا ؛ صدقے ترے بچپن کی یتیمی کے یہ دکھیا
تو رحم کے قابل ہے کہ بابا نہیں تیرا ؛ کیا کہتی ہے تو باپ کو اے باپ کی شیدا
میں حال ترا سیدِ والا سے کہوں گی
پیغام بخوبی ترے بابا سے کہوں گی

تب رو کے لگی پوچھنے بنتِ شہِ ابرار ؛ تم کون ہو جو ہم سے غریبوں سے ہے یہ پیار
وہ بولی کہ میں غمزدہ بیکس جگر افگار ؛ مظلوم پسر مردہ شہیدوں کی عزادار ؛
رونے کو ترے باپ کے لاشے پہ چلی ہوں
میں مادرِ مظلوم حسینؑ ابنِ علیؑ ہوں ؛

؛ میں وہ ہوں کہ بے گور پسر جس کا پڑا ہے ؛ میں وہ ہوں کہ گھر جس کا کئی بار جلا ہے
اک لال مرا بطن میں بھی قتل ہوا ہے ؛ یہ ہاتھ پہ لاشہ اسی بچے کا دھرا ہے
یاں آئی تھی رونے کو اسیرانِ بلا میں !
اب جاتی ہوں سر پیٹنے کو کرب و بلا میں ؛

غش ہو گئی یہ سن کے وہ شبیرؑ کی جائی ؛ ہوش آیا تو وہ بی بی نہ اسکو نظر آئی
پھر بانو کو چلائی وہ گردوں کی ستائی ؛ اماں مری دادی ابھی تشریف تھیں لائی
روتی تھی اسیری پہ مری پیٹ کے سر کو
پیغام مرا لے گئی اب میرے پدر کو

اس بات سے سب بیبیاں کرنے لگیں زاری ؛ رو کر کہا زینبؑ نے یہاں آؤ تو واری
کس شان سے دادی یہاں آئی تھیں تمہاری ؛ پاس آکے یہ کہنے لگی شبیرؑ کی پیاری
سب آپ کا سا نقشہ تھا سر ان کا کھلا تھا
اور تازہ لہو دادی کے چہرے پہ لگا تھا

دو ننھے سے لاشے تھیں لئے گود میں زہراؑ ؛ اک خون اگلتا تھا تو اک دودھ اگلتا ؛
زینبؑ نے کہا دودھ اگلتا ہے جو بچا ؛ اصغرؑ ہے وہ اصغرؑ ہے جو مارا گیا پیاسا ؛
اور خون گلے سے جو اگلتا ہے وہ کیا ہے
وہ محسنؑ معصوم ترا چھوٹا چچا ہے

بیتاب زیادہ ہوئی وہ شاہؑ کی دختر ؛ اب لکھتے ہیں طالع جو ہوا مہرِ منور
بھجوا دیا حاکم نے سرِ سبطِ پیمبرؐ ؛ تا صبر و تسلی ہو سکینہؑ کو میسر
صدمہ ہوا پھر اور سکینہؑ کے جگر پر
قربان ہوئی ہائے پدر کہہ کے پدر پر ؛

تھا کچھ نہ کفن کیلئے سیدانیوں کے پاس ؛ میت کو لئے گود میں روتی تھیں بصد یاس
ماں کہتی تھی افسوس ہے جیتے نہیں عباس ؛ ہر وقت سکینہ کا نہایت تھا انہیں پاس

وہ ہوتے تو تابوت بھی سامان سے اٹھتا
چھوٹا سا جنازہ یہ بڑی شان سے اٹھتا ؛

یہ دیکھ کے گھبرا گئے زندان کے نگہباں ؛ حاکم کو خبر کی کہ بہت ہم ہیں پشیماں
جس بچی کو روتے یہ گھر کتے تھے ہر اک آں ؛ سو ہائے پدر کہہ کے وہ اب ہوگئی بیجاں

کچھ دفن کی خاطر نہیں تشویش بڑی ہے
سیدانی کفن کیلئے محتاج پڑی ہے ؛

بے رحم تھا پر چند بہت حاکم غدار ؛ یہ واقعہ پرسن کے بہت رویا وہ مکار
کہنے لگا پوچھ آؤ یہ زینب سے بہ تکرار ؛ بھجوا دوں میں تابوت و کفن جیسا ہو درکار

حاضر ہے سب اسباب تامل تمہیں کیا ہے
محتاج کی میت کے اٹھانے میں جزا ہے ؛

زنداں کو چلا شمر لعیں لیکے یہ فرماں ؛ دیکھا تو اسیروں میں ہے اک حشر کا ساماں
سب بیچ میں میت کو لئے بیٹھے ہیں حیراں ؛ زینب نے کہا شمر سے رو رو کے یہ اس آں

حاکم سے ذرا پوچھ لے تشویش ہے ہم کو
میت کے اٹھانے میں ہے کیا حکم حرم کو ؛

مرثیہ

جب گل ہوا چراغ حرم قید شام میں ؛ یعنے سکینہ مر گئی یاد امام میں
دیکھے ستم یزید کے دربار عام میں ؛ شہ کے سلام کو گئی دارالسلام میں ؛

دنیا میں دادرس نہ ملا دادخواہ کو
جا کر نشاں طمانچوں کے دکھلائی شاہ کو ؛

غل پڑ گیا حسین کی عاشق نے کی قضا ؛ بانو نے نبض دیکھی تو پایا نہ دم ذرا
چلائی صدقہ جاؤں مجھے دے گئیں دغا ؛ اپنی کہی نہ میری سنی ہائے کیا کیا

اصغر کو کچھ پیام بھی میں نے دیا نہیں ؛
تم چل بسیں اور اماں نے رخصت کیا نہیں ؛

بابا کی پیاری اماں کی [illegible] کو کھول ؛ لاتی ہوں شربت آ مری پیاسی زباں کو کھول
ماں رو رہی ہے دیدۂ گوہر فشاں کو کھول ؛ ہم باندھے گلے سے نہ جا ریسماں کو کھول

دادی کہیں گی بی بی کی زلفیں سنوار لوں ؛
لو اٹھو یہ پھٹا ہوا کرتا اتار لوں ؛

اصغر کی بھولی باتیں سناؤ نثار ماں ؛ اکبر کا ذکر کر کے رلاؤ نثار ماں
سیلی کا نیل ماں کو دکھاؤ نثار ماں ؛ بابا کو جا کے در پہ بلاؤ نثار ماں

ماتم کے غلغلے ہیں نہ رونے کے جوش ہیں
بی بی جواب خموش ہیں تو سب خموش ہیں

منہ ڈھانپنے کا وقت ہے پچھلا پہر ہوا ؛؛ بابا کو تیرے روتی ہوں اٹھ ساتھ دے مرا
کرنے سے منہ کو ڈھانپ کے پہلو میں بیٹھ جا ؛؛ اماں کی بیٹی اماں کو آواز دے سنا
ماتم سرا یہ گھر تھا ترے بین کرنے سے
زندان سونا ہو گیا بی بی کے مرنے سے ؛؛
یاں کس کے پاس رہتیں شہ کربلا نہیں ؛؛ بی بی کے ناز اٹھانے کی خاطر چچا نہیں
نادار ماں ہے پانی نہیں اور غذا نہیں ؛؛ پر اب کفن کے واسطے مطلق ردا نہیں
اماں کے پاس رہنے سے ایذا اٹھا چکیں
بی بی طمانچے کھا چکیں گردن بندھا چکیں ؛؛
سہوا گیا ہو بی بی پہ غصہ کبھی اگر ؛؛ صدقے پدر کی پیاس کا بانو کو عفو کر
رونے نہ دیتی تھی جو تمہیں بابا میں نوحہ گر ؛؛ قربان جاؤں تھا مجھے شمر لعین کا ڈر ؛؛
میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ تقصیر بخش دو
تم بھی کہو کہ اماں مجھے شیر بخش دو ؛؛
تم نے جو شام سے مرے زانو پہ سر دھرا ؛؛ میں سمجھی تھی کہ کانوں کا کچھ درد کم ہوا
آئی ہے آج سونے کو خود میری مرتضا ؛؛ اس درد لا دوا کی خبر تھی نہ مطلقا
آباد کی تھی گود مری خالی کرنے کو
سوئی تھی آج پاس مرے بی بی مرنے کو

درپیش تھی جو بی بی کو ملک عدم کی راہ ؛؛ ان روز دوں ماں کا پیار زیادہ ہوا تھا واہ
کہتی تھی مجھ سے شام کو کبھی ہوں گے تم تباہ ؛؛ باور نہ مجھ کو آتا تھا اے نور چشم آہ
اب ماں سے تم بچھڑ گئیں کنبہ سے چھٹ گئیں
سچی تھیں تم میں لٹ گئی واللہ لٹ گئی ؛؛
اکبر جدا نہ ہوتے تھے بابا سے ایک دم ؛؛ اصغر سے اور تم سے بہلتا تھا میرا دم
اب نا امید ہو گئے دونوں طرف سے ہم ؛؛ دکھیا ہے میرے دکھ کی سدا کھائیں گے قسم
تقدیر کیسی پھر گئی مجھ خستہ حال کی
وہ چھ مہینے کے گئے تم چار سال کی ؛؛
بانو کے بین سن کے حرم روئے بے شمار ؛؛ سن کر یہ غل پکارا یزید جفا شعار
بھجوایا شہ کا سر بھی اور ان کو نہیں قرار ؛؛ آئی خبر کہ باپ پہ بیٹی ہوئی نثار
ایسی کسی کی موت نہ ہوگی زمانے میں
سیدانی بے کفن ہے پڑی قید خانے میں ؛؛
اس بیکسی پہ رو بایزید اور یہ کہا ؛؛ جا کر کہو حرم سے کہ اے آل مصطفےٰ
احسان سے نہ میرے کرو غیرت و حیا ؛؛ سامان مجھ سے لو سکینہ کے دفن کا
پردے میں شب کے سونپ دو اس نیک ذات کو
زہرا کی طرح دفن کرو اس کو رات کو ؛؛

آئے کئی ملازمِ حاکم سوئے حرم ؛ حاکم سے جو سنا تھا کہا سب وہ یک قلم
زینبؑ پکاری آلِ رسولِ خدا ہیں ہم ؛ غیرت تو دم کے ساتھ ہے غیرت کے ساتھ ہم
عرصہ جو اس کے دفن میں ہوگا تو کیا ہوا
بے گور باپ بھی تو ہے رن میں پڑا ہوا ؛
مردے کا پردہ کرتا ہے لے بانیٔ جفا ؛ مردہ جو شب کو دفن ہوا اس سے فائدہ
او بے حیا غریب کی میت کا ٹھٹھا کیا ؛ پروائے شامیانۂ زریں نہیں ذرا
خیرات کے نہ لعل نہ یاقوت چاہیئے
ننھی سی قبر چھوٹا سا تابوت چاہیئے ؛
اب تو بڑا سلوک ہے یہ قیدیوں کے ساتھ ؛ آیا ہے لوٹ میں جو ہمارا تبرکات
بھجوا دے اس میں سے علمِ شاہ نیک ذات ؛ اور وہ ردا کہ اوڑھتی تھی زہرا نے تا حیات
زنداں سے اپنے گھر جو سکینہ روانہ ہو
بس یہ ردا کفن ہو علم شامیانہ ہو ؛
جب یہ پیام حاکمِ بے رحم کو گیا ؛ اسباب اس نے بھیج دیا منفعل ہوا
سادات میں دوبارہ قیامت ہوئی بپا ؛ کفنا کے مردہ ننھے سے تابوت میں رکھا
زنجیر پہنے عابدِ بے کس کھڑے ہوئے ؛
میت کے گرد آن کے چھوٹے بڑے ہوئے ؛

القصہ اس جنازہ کو لیکر چلے حرم ؛ مانندِ شالیانہ کے کھولے ہوئے علم
جب مقبرے میں شام کے پہنچے اسیرِ غم ؛ اور قبر میں اُتارا وہ مردہ بچشمِ نم
بالائے قبر اہلِ حرم روئے شور سے
آواز آئی بچے کے رونے کی گور سے ؛
جھک جھک کے دیکھا بیبیوں نے تو یہ نظر پڑا ؛ بیٹھے ہوئے ہیں قبر میں سلطانِ کربلا
اصغرؑ ہے ان کی گود میں خواہر کو رو رہا ؛ زینبؑ نے لیکے ہاتھوں پہ مردے کو یہ کہا
اپنی نشانی دخترِ خیبر شکن سے لو
لو بھائی جان اپنی امانت بہن سے لو ؛
بیٹی کو تو بلایا مجھے کب بلاؤ گے ؛ یا اور کچھ دنوں مجھے دَر دَر پھراؤ گے
کیا اک مجھی کو سب کی عزائیں لاؤ گے ؛ بے وارثی بہن کو نہ کیا تم چھڑاؤ گے
آئی ندا کہ قید کی مدت گذر گئی
اب مخلصی ہے مرنا تھا جسکو وہ مر گئی ؛

جب داغِ بیکسی نہ سکینہؑ اُٹھا سکی ؛ اور دردِ دل نہ خوف کے مارے سنا سکی
کھائے طمانچے شمر کے جب تک کہ کھا سکی ؛ سِن کم تھا دکھ بہت تھے نہ برداشت لا سکی ؛
روئی تو ظالموں نے جفا بے شمار کی
آخر یہ جبر دیکھ کے موت اختیار کی ؛

گر آہ کی تو شمر پکارا خموش ہو ؛ اور چپ ہوئی تو بے پدری نے کہا کہ رو
گہ شدتِ عطش سے پکاری کہ پانی دو ؛ گہ یاد کر کے رہ گئی بابا کی پیاس کو ؛
سوئی جو آنسو پونچھ کے چشمِ پُر آب سے
ہے بے حسینؑ کہہ کے پھر اُٹھ بیٹھی خواب سے ؛

دل میں سما گیا تھا جو شمرِ لعیں کا ڈر ؛ سونے میں کانپ کانپ کے کہتی تھی رات بھر
فریاد چھینتا ہے گہر شمرِ بد گہر ؛ آملہ ابنِ سعد چھپوں جا کے میں کدھر
زینبؑ پھوپھی سنبھالو کلیجہ دھڑکتا ہے
سجادؑ بھائی دیکھو یہ خولی گھورتا ہے

چپ تھی تو چپ تھی بولتی تھی تو ڈری ہوئی ؛ واں شمر آیا تن میں ادھر تھرتھری ہوئی ؛
تھی آہ بات بات میں لب پر دھری ہوئی ؛ گردن کی ریسمان لہو سے بھری ہوئی ؛
دم رکنے لگتا تھا تو رسن کھول دیتے تھے
باہر جو شمر بولتا تو باندھ لیتے تھے ؛

حرفِ درشت ظالموں نے بارہا کہا ؛ بیکس نے سُن لیا نہ کسی کو بُرا کہا
اللہ رے صبر یہ بھی نہ پوچھا کہ کیا کہا ؛ دیکھا فلک کو یاس سے اور یا خدا کہا
کیا کیا نہ خلق کلمے حقارت کے کہہ گئی
یہ بیکسی سے دیکھ کے منہ سب کا رہ گئی

؛ جب پیاس لگتی رو کے چچا کو پکارتی ؛ دُکھتے جو کان شاہِ ہدا کو پکارتی ؛
آنا نہ جب کوئی تو خدا کو پکارتی ؛ جینے سے تنگ آ کے قضا کو پکارتی
کہتی تھی نے چچا نہ امام امم رہے
رلوانے کو عدو رہے رونے کو ہم رہے ؛

حالِ شبِ وفاتِ سکینہؑ ہے یادگار ؛ گویا کہ اپنی مرگ تھی بیکس پہ آشکار
ملتی تھی شام سے وہ گلے سب کے بار بار ؛ ماں کی بلائیں لیتی تھی وہ ماں کی غمگسار
تسلیم کو پھوپھی کی کبھی سر جھکاتی تھی
تھی بے خطا پہ سب سے خطا بخشواتی تھی ؛

کبریٰ سے چپکے چپکے کبھی کرتی تھی بیاں ؛ کل اک جگہ میں جاؤں گی اس گھر سے میہماں
رو کر وہ پوچھتی تھی کہو تو کہاں کہاں ؛ دروازے میں تو قفل ہے گردن میں ریسماں ؛
یہ کہتی تھی کہ قفل لگا ہے تو کیا ہوا
زنداں سے میرے روضۂ رضواں کھلا ہوا ؛

زنداں سے کہتی تھی یہ کبھی وہ اسیر غم ؛ ہو جائے گا کل ایک ترا میہمان کم
؛ میت کسی کی ننھی سی نکلے گی صبح دم ؛ بانو سے یہ خطاب کبھی تھا بچشم نم
اک تازہ موت ہو گی نبیؐ کے گھرانے میں ؛
اماں لٹو گی آج کی شب قید خانے میں ؛

بانو پکاری لٹ تو چکی اب لٹوں گی کیا ؛ بی بی نہ نام لٹنے کا لو تم پہ میں فدا
گوہر چھنے طمانچے لگے کان شق ہوا ؛ لٹنے سے میری بی بی کا پر دل نہیں بھرا
زینبؑ کی پشت نوک سناں سے فگار ہے ؛
پر میری پیاری لٹنے کی امیدوار ہے ؛

اب کیا لٹوں گی مال نہیں زر نہیں رہا ؛ اکبرؑ نہیں رہا علی اصغرؑ نہیں رہا ؛
؛ پہننے کو قید خانہ ملا گھر نہیں رہا ؛ ہاتھوں میں رسیاں بندھی زیور نہیں رہا ؛
دولت ہے کونسی جسے زنداں میں کھوؤ گی
رونا تھا جس کو رو چکی اب کس کو روؤ گی ؛

کبرٰی ہے اور تم ہو یہ سجاد ناتواں ؛ گر یہ بچیں تو نام ہے ورنہ ہوئے نشاں
وہ بولی سب رہیں گے سلامت یہ ہم کہاں ؛ ماں نے کہا خدا نہ کرے اے سکینہ جاں
کی عرض دیکھ لو گی جو پچھلی کو ہوئے گا
بابا کی رونے والی کو سب کنبہ روئے گا ؛

غم ہے تمہاری قید کا اور بے ردائی کا ؛ آگے مرے نہ طور ہوا کچھ رہائی کا
نکلا گلا نہ طوق سے سجاد بھائی کا ؛ ظالم نے سر دیا نہ شہ کربلائی کا ؛
عرصہ کفن پہننے میں بیٹی کے کیا رہا ؛
پر حیف سر پھوپھی کا مری بے ردا رہا ؛

پھر رو کے ماں سے بولی کہ بیجا ہے یہ گماں ؛ کنبہ اسیر، دیس پرایا، کفن کہاں
حاکم عدو زمانہ نبی منحرف جہاں ؛ کیا بیکسی کا وقت ہے ہم پر کہ الاماں
جیتے جی جب خبر نہ لی مرنے پہ لے گا کون
بابا ہی کو کفن نہ دیا ہم کو دے گا کون ؛

اب موت میری سب کو مبارک کرے خدا ؛ مرتے ہی میرے قید سے سب کنبہ ہو رہا
جاتا ہے بخار دل مادر کا بے دوا ؛ جنت کو ہم رواں ہوں مدینے کو اقربا
غل ہو سکینہ لے کے بلا سب کی مر گئی ؛
حیدر کی پوتی مشکلیں آسان کر گئی ؛

عابد سے پھر کہا جو نہ حجت کرے بعیں ؛ جانا پسند کرنے کو تم قبر کی زمیں
پھر سوچے پاؤں دیکھ کے بولی نہیں نہیں ؛ ایسے مریض اٹھ کے سنبھل سکتے ہیں کہیں
تکلیف تم نہ کرنا مری روح روئے گی
بھیا جہاں کی خاک وہیں وصل ہوئے گی

بیچ کہ کے ماں کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر ؛ آنکھوں میں خوب خواب میں آئے ہیں پدر
کپڑے لہو میں لال بدن سب لہو میں تر ؛ لیکن نہ ہاتھ جسم مبارک پہ تھے نہ سر

شہ رگ کٹی ہوئی یہ کرامت دکھاتی تھی
پیہم صدا سکینہ سکینہ کی آتی تھی ؛

پہچان کر سکینہؑ صدائے شہ زماں ؛ تسلیم کر کے لیٹی کہا واہ باباجاں
جب ہم طمانچے کھا چکے تب آئے تم یہاں ؛ کہتی تھی میں کہ آتے ہیں یاں شاہِ بیکساں

کھلواؤں گی گلے کو میں ہاتھوں سے باپ کے
سو ہاتھ بھی نظر نہیں آتے ہیں آپ کے

مشکل کشا کے بیٹے کہو ہاتھ کیا ہوئے ؛ میں نے سنا تھا قتلِ شہِ کربلا ہوئے
ہے ہے یہاں تو ہاتھ بھی دونوں جدا ہوئے ؛ گویا دہانِ زخم سے شاہِ ہدا ہوئے

وعدے پہ سر دیا ہے ترے باباجان نے
اے بیٹی ہاتھ کاٹ لئے ساربان نے ؛

زنداں میں اہلبیتِ پیمبرؐ اسیر ہیں ؛ شدت میں تپ کی عابدؑ بے پر اسیر ہیں
شبیرؑ بے کفن ہیں کھلے سر اسیر ہیں ؛ بچے جو رو رہے ہیں تو مضطر اسیر ہیں

رخ زرد ہیں یہ آلِ پیمبرؐ کا رنگ ہے
بارہ تو آفتاب ہیں اک برج تنگ ہے ؛

اے چرخ کیوں نہ گر پڑا تو وامصیبتا ؛ شمشیر اور شہؑ کا گلو وامصیبتا ؛
رتی پہ مصطفٰےؐ کا لہو وامصیبتا ؛ زنداں میں فاطمہؑ کی بہو وامصیبتا ؛

اللہ کی پناہ یہ بدعت جہان میں
حیدرؑ کی بیٹیوں کے گلے ریسمان میں ؛

بچوں کو اضطراب تھا سب سے زیادہ تر ؛ سینوں میں مارے خوف کے تھراتا تھا جگر
تکتے تھے سہم سہم کے ہر دم ادھر ادھر ؛ روتے تھے تا بہ شام بلکتے تھے تا سحر

چوتھے برس جو چھوٹ گئی تھی حسینؑ سے
پھٹتے تھے دل حرم کے سکینہ کے بین سے ؛

گرتے سے منہ کو ڈھانپ کے کرتی تھی یہ بیاں ؛ کس بن میں چھپ کے بیٹھ رہے ہائے باباجاں
سکتے ہیں در میں قفل لگا کر نگاہباں ؛ ڈھونڈوں نکل کے تم کو کہاں اے شہِ زماں

جو آپ سے ملا ہو اسے لے کے جاتے ہیں ؛
جاتے ہیں گر کہیں تو پتہ دے کے جاتے ہیں ؛

یہ کہہ کے ننھے ہاتھوں سے پیٹا جو اس نے سر ؛ سینے میں اہلبیتؑ کے ٹکڑے ہوا جگر
زینبؑ پکاری اے شہنشاہِ بحر و بر ؛ بولی یہ ہاتھ تھام کے بانوئے نوحہ گر
راحت سے تم کو چھاتی پہ اپنی سلائیں گے
بی بی کے بابا جان بھی پچھلے کو آئیں گے ؛

اس ذکر سے ملا جو دلِ ناتواں کو چین ؛ آنکھوں کو بس جھپکنے لگی تشنہ کی نورِ عین
خاموش ہو گئے حرمِ شاہِ مشرقین ؛ گودی میں ماں کی سو گئی وہ عاشقِ حسینؑ ؛
ڈر ڈر کے چونک پڑتی تھی شام سے یہ حال تھا
بیکس کو خواب میں بھی پدر کا خیال تھا ؛

گودی میں چین پاکے جو غافل ہوئی ذرا ؛ سوتے ہی اس نے خواب میں دیکھا یہ ماجرا
اک روشنی زمیں سے ہے تا گنبدِ سما ؛ کوسوں سوادِ شام میں ہے صبح کی ضیا
قدسی درود پڑھتے ہوئے ساتھ جاتے ہیں
غل ہے حسینؑ بیٹی سے ملنے کو جاتے ہیں ؛

بیٹی سے شہؑ نے اپنی مصیبت جو کی بیاں ؛ روئی میانِ خواب تڑپ کر وہ نیم جاں
فرطِ قلق سے کھل گئی آنکھ اس کی ناگہاں ؛ دیکھا کہ تیرگی ہے وہی اور وہی مکاں ؛
وہ روشنی وہ صحبتِ عشرت فزا گئی ؛
کانوں میں بیڑیوں کی پھر آواز آگئی ؛

آنکھوں کو مل کے دیکھتی تھی وہ اِدھر اُدھر ؛ ظلمت یہ تھی کہ کام نہ کرتی تھی کچھ نظر
مادر سے جب لپٹ کے پکاری پدر پدر ؛ گھبرا کے بولی زینبؑ ناشاد نوحہ گر
قربان جاؤں کیا ہوا کیوں بے حواس ہو
میں تو کہیں نہیں گئی تم میرے پاس ہو

روئے جو مل کے سب حرمِ سرورِ شہید ؛ اپنے محل میں چونک پڑا خواب سے یزید
گھبرائی ہند دل پہ ہوا صدمۂ شدید ؛ بولی قریب یاں سے خرابہ ہے یا بعید
آواز سن کے ٹکڑے مرے دل کے ہوتے ہیں
یہ کون ہے حسینؑ کو سب مل کے روتے ہیں ؛

کہہ کر یہ بات بھیجی وہاں پیکِ تیز گام ؛ جلد آکے اس نے واں سے کہا ماجرا تمام
سن کر خواص آئی قریبِ امیرِ شام ؛ کی عرض مضطرب ہیں اسیرانِ تشنہ کام
زندہ ہے وہ مریض جو زار و نزار ہے
لڑکی مگر ہے اک وہ بہت بیقرار ہے

وہ سنگدل بھی رونے لگا سن کے یہ خبر ؛ کہنے لگا خواص سے آخر وہ بدگہر
پہنچا خزانہ دار کو یہ حکم دوڑ کر ؛ زنداں میں بھیجے جو ہے طشتِ طلا میں سر
ڈوبے لہو میں چاند سے رخسار دیکھ لے
بیٹی پدر کی شکل پھر اک بار دیکھ لے ؛

برپا ہوا حسینؑ کا رانڈوں میں غل ادہر ؎ پہنچا جو سر کو لیکے وہ خازن قریب در
کھلوا کے قفل کو یہ پکارا بچشمِ تر ؎ بھیجو کسی کو اے حرمِ شاہِ بحر و بر
پہنچا ہے یاں کے رونے کا غل اس کے کان میں
حاکم نے کچھ سکینہؑ کو بھیجا ہے خوان میں
فضہؓ نے بڑھ کے خوان جو کھولا بچشمِ تر ؎ سمجھے یہ اہلِ بیتؑ کہ طالع ہوا قمر
گھبرا کے بیبیوں نے جو کی خوان پر نظر ؎ دیکھا لہو میں تر پسرِ فاطمہؑ کا سر ؎
رانڈیں جھکیں حسینؑ کی تسلیم کے لیئے ؎
سجادؑ اٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کے لیئے ؎
سب سینہ زن تھے گردِ شہنشاہِ بحر و بر ؎ اس حشر میں رہی نہ سکینہؑ کی کچھ خبر
دیکھا جو اس نے روئے شہِ دیں کو جلوہ گر ؎ لپٹی سرِ پدر سے وہ معصومہ دوڑ کر
چلائی دیکھو خالقِ اکبر کی شان کو
لو اماں جان پاگئی میں باباجان کو ؎
یہ کہہ کے جھک گئی سرِ شہ پر وہ خستہ جاں ؎ نے وہ تڑپ تھی پھر نہ وہ زاری نہ وہ فغاں
غش ہو گئی یتیم ہوا سب کو یہ گماں ؎ بیتاب ہو کے گود میں لینے لگی جو ماں
زینبؑ پکاری باپ کی عاشق گذر گئی ؎
گودی میں کس کو لو گی سکینہؑ تو مر گئی ؎

جب خانۂ زنداں میں سکینہ نے قضا کی ؎ یعنی سرِ شبیرؑ پہ جاں اپنی فدا کی
رو کر کہا بانو نے جو مرضی ہو خدا کی ؎ کیا خوب مرے درد کی قسمت نے دوا کی ؎
مقتل میں تو اکبرؑ سے اور اصغرؑ سے چھٹی ہوں
زنداں میں اس لاڈلی دختر سے چھٹی ہوں ؎
پھر بولی سکینہ کی وہ میت سے لپٹ کر ؎ اے بیکس و مظلومِ پدر عاشقِ داور
تم مر گئیں واری نہ خیال آیا یہ دل پہ ؎ بانو تو ہے محتاج کفن دلوے گی کیونکر
پوچھے کوئی یہ درد اسیروں کے جگر سے
ہم رو نہیں سکتے ہیں تمہیں شمر کے ڈر سے ؎
× تم سامنے بابا کے جو فردوس میں جانا ؎ اور بیٹھ کے زانو پہ مرا حال سنانا
یہ میری اسیری یہ مرا بلوے میں آنا ؎ زینبؑ کی بھی روداد کو بابا سے بتانا ؎
پوچھیں وہ اگر حال اسیروں کا کہ کیا ہے
کہہ دینا کہ رسی سے گلا سب کا بندھا ہے ؎
یہ بین تو کرتی تھی وہاں بانوئے ناشاد ؎ جو آیا یہ کہتا ہوا شمرِ ستم ایجاد
دل شاد ہو تم سب کو ہے حاکم نے کیا یاد ؎ زینبؑ نے کہا کہدو نہ یاں آئے یہ جلاد
اس شمر سے تو روحِ سکینہؑ پہ تعب ہے
معصوم کی میت پہ یہ آیا تو غضب ہے ؎

کہنے لگا یہ شمر کہ اے زینبؑ ذیجاہ ؛ اس واقعے سے ہو گیا حاکم بھی آگاہ
تم قیدیوں پہ رحم اسے آیا ہے واللہ ؛ لے آوے کفن نقد کو کہ وہ مرے ہمراہ
اس وقت میں محتاج ہو تم ایک ردا کے
کفنائیں گے ہم دخترِ شاہِ شہدا کو ؛

تب شمر سے کہنے لگی یہ دخترِ زہراؑ ؛ احوال اب اس مردے کا دیکھا نہیں جاتا
جتنی بھی اذیت تھی ہوئے پر بھی ہے ایذا ؛ بے حکم ترے مردے کا بازو نہیں کھولا
اب جا کے ملے یہ شہِ اقدس کے گلے سے
گر کہہ تو رسن کھول دوں بیکس کے گلے سے ؛

یہ کہہ کے ہوئی غرقِ عرق دخترِ زہراؑ ؛ فرمایا کہ حاشا یہ نہ ہوگا یہ نہ ہوگا
لوں گی نہ کفن کیلئے احسان کسی کا ؛ میت کا غریبوں کی ہے سامان بھلا کیا ؛
جب تک نہ خدا دفن کا کچھ طور کرے گا
یہ مردہ کلیجہ پہ اسیروں کے رہے گا ؛

پر ایک غرض تجھ سے ہے اے شمرِ بدانجام ؛ بھجوا دے تو اک چھوٹا سا تابوت سرِ شام
دربان مزاحم نہ ہوں دیدے انہیں احکام ؛ تابوت میں رکھوں گی میں بیکس و ناکام
ہے دفن کی زہراؑ کی خبر خلق میں سب کو
پوتی کا بھی تابوت اٹھاؤں گی میں شب کو ؛

حاکم کو دیا شمر نے زینبؑ کا یہ پیغام ؛ یاں بیٹھے روتے ہیں ہوا روز وہ اتمام
اک پردہ کھنچا شام کے زنداں میں سرِ شام ؛ زینبؑ نے کہا آمدِ زہراؑ کا ہے ہنگام
جنت سے سکینہؑ کا کفن لاتی ہیں زہراؑ ؛
اے بیبیو تعظیم کرو آتی ہیں زہراؑ ؛

زینبؑ ابھی کہتی تھی یہ سر پیٹ کے اس جا ؛ پردے کے پسِ پشت جو ماتم ہوا برپا
فریادِ نبیؐ و حسنؑ و حیدرؑ و زہراؑ ؛ بو خلد کے کافور کی ہر سمت تھی پیدا
زہراؑ تو ادھر روتی تھی پوتی کے الم میں
اس سمت کو تھی سینہ زنی اہلِ حرم میں

یہ ذکر تھا موقوف جو پردہ ہوا ناگاہ ؛ دیکھا تو کفن پوش ہے بنتِ شہِ ذیجاہ
مردے پہ تصدق ہوئے سب آن کے اس جا ؛ پر شکل سکینہؑ جو لگے دیکھنے سب آہ
دیکھا تو رخِ پاک بہت گریہ کناں ہے ؛
اور نیل طمانچوں کا بھی عارض پہ عیاں ہے ؛

تھی فرش سے تا عرش ندا ہائے سکینہؑ ؛ چلاتے تھے سب آلِ عبا ہائے سکینہؑ ؛
رسی میں بندھا تیرا گلا ہائے سکینہؑ ؛ بچپن ہی میں کی تو نے قضا ہائے سکینہؑ ؛
مر کر بھی رہی دور شہنشاہِ زمن سے
بس قبر کی الفت تمہیں لائی تھی وطن سے ؛

روکر یہ کہا بانو نے عابدؑ سے کہ واری ؛ تم صاحبِ اعجاز ہو تم خاصۂ باری
اب دور کرو پاؤں سے زنجیر یہ بھاری ؛ میت کے چلو ساتھ یہ خواہر ہے تمہاری
جب تک یہاں بے گور یہ نادان رہے گی ؛
والی کی مری روح پریشان رہے گی ؛

عابدؑ سے ابھی کہتی تھی یہ بانوئے دلگیر ؛ ناگاہ کہا فضّہ نے اے زوجۂ شبیرؑ
رونا تو ہے سب عمر کرو دفن کی تدبیر ؛ میت کے اٹھانے میں ہے اب کونسی تاخیر
تیار رہو بی بی در زنداں تو کھلا ہے
تابوت بھی دروازہ پہ چھوٹا سا دھرا ہے ؛

تابوت کو سنتے ہی وہ روکر یہ پکاری ؛ اے صاحبو لو آئی سکینہ کی سواری
سجادؑ اٹھو اب نہ تامل کرو واری ؛ اب جا کے ملے باپ سے یہ باپ کی پیاری
سب ہو چکا ہمراہ ہے تابوت چلو تم
یہ آخری اک کام سکینہؑ کا کرو تم ؛

یہ سنتے ہی اٹھنے جو لگے عابدؑ دلگیر ؛ گردن سے ہوا طوق جدا پاؤں سے زنجیر
صندوق میں میت کو رکھا با دلِ تغیر ؛ اور پیٹتے روتے چلے سب عترتِ شبیرؑ
صدمہ ہوا اس طرح کا بانوئے حزیں پر
یوں پیٹی کہ غش کھا کے گری آہ زمیں پر ؛

مرثیہ

زنداں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی ؛ دنیا سے دفعتاً سفرِ خلد کر گئی
کنبہ کے دل پہ داغ جدائی کا دھر گئی ؛ غل پڑ گیا حسینؑ کی پیاری گذر گئی ؛
جنت بسائی چھوڑ کے دنیا کے باغ کو
تازہ کیا ہے پھر علی اکبرؑ کے داغ کو ؛

بانو یہ بین کر کے ٹپکتی تھی اپنا سر ؛ میت کے گرد حشر تھا سب تھے نوحہ گر
ناگاہ آسماں پہ ہویدا ہوئی سحر ؛ حاکم کو جا کے دی یہ خبر دار نے خبر
بے وارثوں پہ اور مصیبت گذر گئی
لڑکی جو روز روتی تھی وہ آج مر گئی ؛

دے اب تو حکم کچھ کہ تڑپتی ہیں بیبیاں ؛ میت پڑی ہے خاک پہ تاریک ہے مکاں
عابدؑ جدا ہیں نزع میں دو دن کے میہماں ؛ وہ سنگدل بھی رونے لگا سن کے یہ بیاں ؛
تھا منفعل کہ ظلم یہ کیا بے سبب کیا
سبطِ نبیؐ کو ذبح کیا، کیا غضب کیا ؛

بیزار ہو گی روحِ نبیؐ مجھ سے لاکلام ؛ بے جرم سب کو قتل کیا میں نے تشنہ کام
ایسا نہ ہو کہ قید میں عابدؑ بھی ہوں تمام ؛ سر ننگے اہلِ بیتؑ کو بلوایا تا بہ شام ؛
جب سے قضا کی نبتِ تشنہ قرین نے
بے چین کر دیا مجھے رانڈوں کے بین نے

بھیجا پھر اس نے عابد مضطر کو یہ پیام :. جو ہو ضروریات سے منگا لیجے یا امام
لوگوں کو بھیج دیتا ہوں میں بہر اہتمام :. تجویز کیجے قبر کا بہتر ہو جو مقام
گھبرائیے نہ رنج و الم کے ہجوم سے
اٹھوائیے بہن کے جنازے کو دھوم سے :.

پہنچا یہ حکم لیکے جو زنداں پہ اک لعیں :. ڈیوڑھی تک آئے روتے ہوئے عابد حزیں
فرمایا احتیاج کسی چیز کی نہیں :. وہ گو کفن کی فکر ہے تھوڑی سی ہو زمیں :.
زاری برائے بیکس و مظلوم چاہیے
نہ اہتمام چاہیے نہ دھوم چاہیے :.

اے کاش کی کالیں گے ہم آل مصطفیٰ :. اسباب مال ہم کو نہیں چاہیے ترا
لوٹی ہوتی جو زینب بیکس کی ہے ردا :. گر اس کو بھیج دے تو کفن ہو یتیم کا
مہلت جو کچھ بھی ضعف سے بیمار پائے گا
میت کو اپنے ہاتھوں پہ خود لیکے جائے گا :.

مجھ سا کوئی غریب نہیں خستہ تن نہیں :. دکھ میں مرا شریک کوئی مرد و زن نہیں
بیٹی یہ اس کی ہے جسے گور و کفن نہیں :. قیدی ہوں کوئی دولت میں ہم وطن نہیں
جو جو ستم دکھائے گا وہ سب سہیں گے ہم
حرف شکایت نہ منہ سے کبھی کچھ کہیں گے ہم :.

پہنچا جواب لیکے ملازم جو اس کے پاس :. بھیجا شقی نے رانڈوں کا لوٹا ہوا لباس
مصروف غسل میں تھے جو سجاد حق شناس :. کفنا کے اس یتیم کو بولے یہ درد و یاس
لو بیبیو وداع ہو اس نور عین سے :.
لے چلی ہے آج سکینہ حسین سے :.

جس وقت لاش لے چلے سجاد نوحہ گر :. رانڈیں بھی ساتھ پیٹتی جاتی تھیں اپنا سر
زینب پکارتی تھیں کہ بی بی چلیں کدھر :. لے کربلا میں کہتی تھی ماں سوختہ جگر
اماں کو چھوڑے جاتی ہو رونے کے واسطے
بی بی چلیں مزار میں سونے کے واسطے :.

پھر ایکبار چاند سی صورت دکھائے جاؤ :. دل ہائے ہائے چھاتی سے چھاتی ملا جاؤ :.
صدقے گئی کفن میں نہ منہ کو چھپائے جاؤ :. پھر ماں کے پاس آؤ گی کب یہ بتائے جاؤ :.
پہلو میں تم نہ ہوں گے تو ماں بلبلائے گی :.
شب کو تمہارے بن نہ مجھے نیند آئے گی :.

زنداں کا در تو بند ہے بی بی کدھر چلیں :. کپڑے سفید پہنے ہو کس کے گھر چلیں :.
بی بی اکبر ریاض کو برباد کر چلیں :. داغ اپنا تم بھی سینہ پہ مادر کے دھر چلیں
بابا کے اس چمن میں بتا یہ بہار کب آئے گی
ماں صدقے چلے پھر کے سواری کب آئے گی :.

گھٹ گھٹ کے تم اندھیرے میں کہتی تھیں بار بار ؛؛ اماں چراغ ہو تو ٹھہر جائے جانِ زار
اب شام کو ملے گی تمہیں قبر تنگ و تار ؛؛ بی بی کو نیند آئے گی کیونکر یہاں نثار
تڑپو گی تم تو ماں کو خبر ہو گی کس طرح ؛؛
پہلی یہ شب لحد میں بسر ہو گی کس طرح ؛؛

اچھا سدھارو تم پہ میں قربان الوداع ؛؛ کبریٰ نے دی صدا کہ مری جان الوداع ؛؛
چلاتی فضہؑ اے مری نادان الوداع ؛؛ زندان کو بی بی کر گئیں سنسان الوداع ؛؛
بابا تمہارے ساتھ ہیں ڈریو نہ راہ میں
سونپا تمہیں علیؑ و نبیؐ کی پناہ میں ؛؛

بی بی تڑپ تڑپ کے سدھاریں جہان سے ؛؛ چھوڑا ہمیں گلا جو کھلا ریسمان سے
نکلی نہ کوئی بات بھی سوکھی زبان سے ؛؛ ننھی سی جان دے کے ملیں بابا جان سے
جنت میں چین اب سحر و شام کیجیو ؛؛
چھاتی پہ اپنے باپ کی آرام کیجیو ؛؛

نکلے جو قید خانے سے عابدؑ بچشم تر ؛؛ میت بہن کی ہاتھوں پہ تھی اور جھکا تھا سر
پہنچے قریں لحد کے تو ٹکڑے ہوا جگر ؛؛ زینبؑ چلے جو لاش تو منہ رکھ کے قبر پر
بولے کہ جب ملو گی شہِ مشرقین سے
بہنا ہمارا حال بھی کہنا حسینؑ سے ؛؛

مرثیہ

بلا اٹھا کے حرم کربلا میں آتے ہیں ؛؛ مریض شام کے دار الشفا میں آتے ہیں
عجب شکوہ سے دشت بلا میں آتے ہیں ؛؛ غم حسین میں یادِ خدا میں آتے ہیں
جگر کے ٹکڑے بھرے دامنوں میں آئے ہیں
یہ قبرِ شہ پہ چڑھانے کو پھول لائے ہیں

بحار میں ہے رقم یہ روایت جانکاہ جب آئے اہلِ حرم جانب شہادت گاہ
نہ گل نہ شمع ملی بیکسوں کی قبر پہ آہ مجاوری کو فقط جابر ابنِ عبداللہ
قریشی آئے ہیں اور ہاشمی بھی حاضر ہیں
مسافروں کے مجاور بھی سب مسافر ہیں

دو شامیانے ہیں بالائے قبر سبطِ رسول وہ اک تو رحمتِ حق ایک دودِ آہ بتولؑ
فلک سے حور و ملائک ہیں فوج فوج نزول زیارتِ شہِ مظلوم کر رہے ہیں حصول
لحد سے اکبرؑ و اصغرؑ کے داغ روشن ہیں
مزار ایک ہے پر دو چراغ روشن ہیں

لبِ فرات ہے سقہ کی قبر عالیجاہ جو وہ ہے شہر شہیدوں کا تو یہ شہر پناہ
قریب دور سے ہے زائروں کی نظارہ مجاوری کو لحد پر ہے روحِ شیر الٰہ
لحد میں ہائے سکینہ کا شور ہوتا ہے
سکینہؑ کہتی ہے سقہ ہمارا روتا ہے

بستہ خصال ادھر لحد میں تڑپنے لگا رسول کا لال
...ری بیخ و ملال میں جیتا ہوتا تو کرتا بہن کا استقبال

شرف ہے فاطمہ سا فاطمہ کی جائی کو
مری طرف سے تو جا اُس کی پیشوائی کو

چلا مع رفقا جابرِ خجستہ نہاد سر حسینؑ لئے ہاتھوں پر ملے سجادؑ
قدم پہ گر پڑا جابر بہ نالہ و فریاد پکاری عابدِ بیکس کو زینبِ ناشاد

گلے لگا لو محبِ نبیؐ یہ جابر ہے
یہ تربتِ شہِ مظلوم کا مجاور ہے

گلے لگا لیا جابر کو شاہ والا نے گلے پہ نیل رسن کے دکھائے آقا نے
کہا کہ لوٹ لیا بھائی ہم کو اعدا نے جو ہم پہ ہو گیا ہم جانیں یا خدا جانے

سرِ حسین بڑی محنتوں سے لایا ہوں
دوبارہ باپ کو میں دفن کرنے آیا ہوں

غرض ورود حرم قبرِ شاہِ دیں پہ ہوا مچی پیٹنے کی جا ہے آہ و واویلا
قنات روک کے عابدؑ وہاں گئے تنہا کھڑے ہوئے تھے بگرد قنات آلِ عبا

وہاں شگافتہ اعجاز سے مزار ہوا
زمیں کے پردے سے خورشید آشکار ہوا

تنِ حسینؑ سے ملحق کیا حسینؑ کا سر ہوا زمیں میں گویا قرانِ شمس و قمر
لحد پہ تختۂ طوبیٰ قرینہ سے رکھ کر پکارے عابدِ بیکس مجھو آؤ ادھر

سنو بگوش کہ اس دم رسول روتے ہیں
دوبارہ دفن مرے بابا جان ہوتے ہیں

یہ کہہ کے رونے لگے ہائے عابدِ بیمار مزارِ شاہِ غریباں جو ہو چکا تیار
سرہانے بیٹھ کے سب فاتحہ پڑھے اک بار غرض کہ خیمۂ جابر میں آئے سب عزادار

حرم نے قبر پہ سامانِ اشک و آہ کیا
سرِ مزار بپا خیمۂ سیاہ کیا

سیاہ خیمہ میں اُترے سیاہ پوش حرم طوافِ قبر کیا حلقہ باندھ کر باہم
سبھوں نے قبر کو بانوں سے جھاڑا جب اس دم لرز لرز گئی صدمے سے قبرِ شاہِ اُمم

لحد پہ شاہ کی مسند بچھائی زینبؑ نے
سلام کے لئے گردن جھکائی زینبؑ نے

پھپھی کے ساتھ سکینہؑ نے بھی کیا مجرا کہا بتاؤ تو بی بی مجھے برائے خدا
مزار پر جو بچھائی ہے مسندِ زیبا نکل کے قبر سے بیٹھیں گے کیا مرے بابا

کہا پھپھی نے ترا پوچھنا رلاتا ہے
بلا لوں قبر میں بھی جا کے کوئی آتا ہے

پرٹ کے قبر سے آواز دی دہائی ہے ‏ ‏ اک اربعین سی بہن بھائی میں جدائی ہے
حسینؑ بھائی بہن پھر کی بیاہی آئی ہے ‏ ‏ امیدوار ضیافت یہ اماں جائی ہے

یہ فرش ہے نہ مکاں ہے نہ دانہ پانی ہے
سخی کے لال یہی میری میہمانی ہے

نکالو ہاتھ لحد سے گلے لگا لو مجھے ‏ ‏ وطن نہ جاؤنگی میں قبر میں بلا لو مجھے
برہنہ سر ہوں بہ زیر کفن چھپا لو مجھے ‏ ‏ اخی بلا میں گرفتار ہوں نکالو مجھے

تمہیں سکینہ کی خاطر سے رو نہیں سکتی
یتیم پروری اب مجھ سے ہو نہیں سکتی

سنو حسینؑ سنو تم مرے سوال ہیں دو ‏ ‏ جو جیتے ہو وطن کو تو تم بھی ساتھ چلو
نہیں تو زیر قدم اپنے اے شہ خوشخو ‏ ‏ زمین خاک شفا اک لحد کی خاطر دو

لحد کے سائے میں میرا یہیں ٹھکانا ہو
تمہاری پائینتی ہو اور مرا سرہانا ہو

حیدرآباد، لکھنؤ، بنارس، بمبئی اور کھجوا، بہار کی مطبوعہ
شیعہ مذہب کی جملہ کتابیں آپ ہم سے لیجئے
مکتبہ ترابیہ واقع چوراہا عدالتھائے بلدہ

مرثیہ

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا ‏ ‏ پیوند بیکسوں کے تن دہر کا ہو چکا
اور فاتحہ حسینؑ کے لشکر کا ہو چکا ‏ ‏ قبروں پہ شور آل پیمبرؐ کا ہو چکا

ماتم میں تین روز رہے شور و شین سے
روئے لپٹ لپٹ کے مزار حسینؑ سے

شمع چراغ گور غریباں پہ دل جلائے ‏ ‏ پھولوں کے ساتھ قبروں پہ لخت جگر چڑھائے
پیاروں کی بود و باش کے ساماں جو یاد آئے ‏ ‏ بے ساختہ پکارے کلیجے پکڑ کے ہائے

ہے ہے وہ پردہ دار ہمارے کدھر گئے
بے پردہ ہو کے آل نبیؐ در بدر گئے

مقتل کے آس پاس تھی بیووں کی تھی فغاں ‏ ‏ زینبؑ جبیں لحد پہ دھرے کرتی تھی بیاں
اے میرے کربلائی برادر حسینؑ جاں ‏ ‏ ہمشیر تین دن سے تمہاری ہے میہماں

اللہ میری بات بھی پوچھی نہ آپ نے
زنداں کی واردات بھی پوچھی نہ آپ نے

راضی ہوں جو رضائے امام جلیل ہے ‏ ‏ پر قابل ملاحظہ بازو کا نیل ہے
نے کوئی دادرس ہے نہ کوئی کفیل ہے ‏ ‏ بھائی بغیر آپ کے زینب ذلیل ہے

پشت و پناہ اٹھ گیا بے خانماں ہوئی
دیکھو یہ پشت قابل نوک سناں ہوئی

مرجائیں سب یتیموں کے سر پر رہوں تو میں   بچپن میں انکی قید کی ایذا سہوں تو میں
بہلانے کو تمہاری کہانی کہوں تو میں   ملیں تو میں بھی ہوں تو میں بہوں تو میں

ان کا بھی داغ آج ملے یا کہ کل ملے
ایسے نہیں نصیب کہ خدمت کا پھل ملے

میں جانتی تھی شہر بسا ہوگا بھائی کا   ہوگا ہجوم قبر پہ ساری خدائی کا
چہلم کروں گی دھوم سے میں کربلائی کا   پرساں بھی یاں کوئی نہیں ہر اکی جائی کا

منہ ڈھانپنے کو آپ ہی پلا بھی لیتی ہوں
اور اپنے دل کو آپ ہی پرسا بھی دیتی ہوں

چہلم تو کر چکی میں دل افگار یا حسین   اب روضہ کس طرح سے ہو تیار یا حسین
بیٹا بھی اور بہن بھی ہے نادار یا حسین   آخر کبھی تو آئیں گے زوار یا حسین

تکیہ ہے کارسازی پروردگار پر
اس دم تو سائباں بھی نہیں ہے مزار پر

حضرت کی قبر ہل گئی زینب کے بین سے   آ کر کہا بشیر نے ابن حسین سے
شہزادے جاں بلب ہیں پھپھی شور و شین سے   چلیے وطن کو قبر شہ مشرقین سے

عابد نے پوچھا کیوں پھپھی اماں قبول ہے
وہ بولی اختیار ہے کیا ہاں قبول ہے

ہونے لگا سوار رسالہ بشیر کا   ڈنکا بجا حرم کے وداع اخیر کا
خیمہ اٹھا لحد سے شہ بے نظیر کا   اور سب تبرکات جناب امیر کا

تربت کے گرد اونٹ برابر کھڑے ہوئے
رخصت کو جمع قبر پہ چھوٹے بڑے ہوئے

زینب پکاری کوچ کا سامان ہو گیا   پھر شہر میرے بھائی کا ویران ہو گیا
اور مقبرہ حسین کا سنسان ہو گیا   ہو کا مقام قتل کا میدان ہو گیا

آئی مسافروں کو مرے وہ زمیں پسند
دنیا میں جس زمین کو بستی نہیں پسند

اے کربلائے سرور دلگیر الوداع   اے قتل گاہ حضرت شبیرؑ الوداع
اے قبر ابن صاحب تطہیر الوداع   اے بھائی جان جاتی ہے ہمشیر الوداع

کیا بے نصیب ہے یہ نواسی رسولؐ کی
تم نے مجاوری نہ ہماری قبول کی

بے آپ کے بقیع میں کس منہ سے جاؤں گی   نانا کے بھی مزار پہ عزت نہ پاؤں گی
گر جاؤں گی نجف تو ندامت اٹھاؤں گی   پوچھیں گے سب بزرگ تو میں کیا بتاؤں گی

رخصت کیا حضور نے کیوں کر یہاں رہوں
جاؤں تو کس طرف جو رہوں تو کہاں رہوں

وہاں قافلہ میں بنتِ علی کی پکار ہے　　یاں حاضرِ حضور یہ سینہ فگار ہے
سالارِ کارواں کا مجھے انتظار ہے　　کوئی جلو میں ہے نہ کوئی پردہ دار ہے

گھبرو بھی بھیجی مجھے عابد بلاتے ہیں
میں کہہ رہی ہوں صبر کرو آپ آتے ہیں

بھیا اٹھو کجاوے میں مجھ کو تم ہی بٹھاؤ　　بھیا میں بے نقاب ہوں گھیروں کو ہٹاؤ
روکیں قنات اکبرؑ و عباس کو بلاؤ　　خالی ہے گود بھابی کی اصغر کو لیتے آؤ

سردار سارے قافلے کے آگے ہوتے ہیں
تیار کارواں ہوا اور آپ سوتے ہیں

کب سے تمہیں پکار رہی ہوں میں خستہ تن　　ہے ہے جواب بھی نہیں دیتے ہیں شہِ زمن
بھیا گلے لگا لو تو جاؤں سوئے وطن　　آئی ندا سدھارو خدا حافظ اے بہن

صغرا کو میری سمت سے پیار کیجیو
ہوگا ثواب خاطرِ بیمار کیجیو

فغانِ عزاداراں
حیدرآباد اور لکھنؤ کے مشہور اساتذہ کے نوحوں کا بہترین انتخاب

گلدستۂ جنت چہاردہ معصومین کی ولادت کے قصائد کا بہترین انتخاب

مکتبہ ترابیہ واقع جعدا ہاعد النسا بلدہ　　قیمت صرف دو روپے

مرثیہ

آج چہلم تمام ہوتا ہے　　دفن سب کا امام ہوتا ہے
کشتوں کا اب مقام ہوتا ہے　　دورِ گردوں خیام ہوتا ہے

تن شہ آج سر سے ملتا ہے
عرشِ خالق دوبارہ ہلتا ہے

کربلا میں ہے آج شیون و شین　　دفن ہوتی ہے آج لاشِ حسین
روتی کبریٰ ہے شہ کی نور العین　　بانوئے شاہ ہے بہت بے چین

رو رو زینبؑ دوہائی دیتی ہے
گردِ میں شہ کی لاش لیتی ہے

شش جہت میں ہے شور واویلا　　آتی ہے یہ ملائکہ کی صدا
قید سے چھوٹ کر امام آیا　　آج اک حشر پھر بپا ہوگا

چلو اے قوم پیشوائی کو
لاؤ زینبؑ فلک ستائی کو

آگے آگے تنھے جبرئیل ہیں　　اُن کے پیچھے ملائکہ غم گیں
پھینک کر تاج سر بروئے زمیں　　آئے بیمار کربلا کے قریں

حاملانِ الم کو لے آئے
قتل گہ میں حرم کو لے آئے

آج سجاد کو غش آتے ہیں   غش سے فرصت ذرا جو پاتے ہیں
باپ کی لاش کو ہلاتے ہیں   گھٹے زنجیروں کے دکھاتے ہیں

جب وہ بیمار دُکھ سُناتا ہے
لاشۂ شاہ کانپ جاتا ہے

پہونچے عابد جو لاشۂ شہ پر   بولے با صد ملال رو رو کر
کچھ خبر آپ کو ہے اے سرور   رنج کیا کیا ہوئے ہیں بندہ پر

آپ کے بعد ہم اسیر ہوئے
طوق آہن میں دستگیر ہوئے

لے گئے ہم کو بیڑیاں پہنا   اور گردن میں طوق بھی ڈالا
آپ سوتے رہے یہاں بابا   لی خبر بھی نہ میری کچھ اصلا

دشمن دیں زبس ستاتے تھے
تازیانے مجھے لگاتے تھے

سُن کے اہل حرم سبھی شہ کی صدا   روئے ایسا کہ ہوش بھی نہ رہا
پھر تو زینب نے شاہ سے یہ کہا   بھائی آئی ہے یہ بہن دکھیا

ساتھ اہل حرم کو لائی ہوں
پر سکینہ کو کھو کے آئی ہوں

بولی زینب کہ اے شہید امام   آئی ہوں طے میں کرکے راہِ شام
اب یہاں سے نہ جاؤنگی اک گام   آپ کی قبر پر رہوں گی مدام

اسی بیشہ میں جان کھوؤں گی
عمر بھر آپ کو میں روؤں گی

بھائی شرمندہ ہوں میں صغرا سے   منھ وطن میں دکھاؤں کیا جا کے
نہیں ممکن ہے اب یہ زینبؑ سے   آپ کو بَن میں چھوڑ کر جائے

قبر اصغر کی اب بناؤں گی
عمر بھر بیٹھی خاک اُڑاؤں گی

سُن کے لاشہ تڑپ گیا شہ کا   آئی حلق بریدہ سے یہ صدا
اے بہن دختر علیؑ ہدا   کہوں پیغام کیا میں صغرا کا

مجھ کو سجاد سے ندامت ہے
ہجر صغرا کا ایک قیامت ہے

لاش اکبر پہ زینب دلگیر   آئی جس دم بحالت تغئیر
کہتی تھی ہائے میرے بدر منیر   خاک میں تیری مل گئی تصویر

سو چکے بس اٹھو اٹھو بیٹا
آئے سجاد ہیں ملو بیٹا

تم سے چھٹ کر ہوئے یہ مجھ پہ ستم   قید کر شام لے گئے اظلم
سر دربار بے ردا تھے ہم   طشت میں تھا سر امام اُمم

ساتھ فوج یزید تھی بیٹا
قتل سید کی عید تھی بیٹا

تھی سکینہ جو شاہ کی دختر   کھڑی کہتی پدر کے لاشہ پہ
حال بیٹی کا دیکھو اے سرور   بال کھولے ہیں اپنے رو رو کر

مجھ پہ کیا کیا ستم ہوئے بابا
منہ کا دیکھو مرے ورم بابا

عید کے روز تم نے جو سرور   تھے پنہائے جو کان میں گوہر
لے لیا اس کو شمر بدگوہر   اور طمانچے بھی مارے ہیں منہ پر

اپنا دکھ میں سنانے آئی ہوں
نیل منہ کے دکھانے آئی ہوں

ہدیۃ الانام   تحفۃ العوام کی جملہ دعاؤں کا ترجمہ
پہلا حصہ اعمال ماہ رجب شعبان وغیرہ دوسرا حصہ اعمال ماہ رمضان المبارک
تیسرا حصہ اعمال ماہ محرم مکمل تین حصے قیمت ۷ روپے
ناشر: مکتبہ ترابیہ واقع چوراہا علد التہلکے بلدہ

مرثیہ

وطن میں قافلۂ کربلا کی آمد ہے   سواریٔ حرم مصطفےٰ کی آمد ہے
یتیم سرور گلگوں قبا کی آمد ہے   غریب و بیکس و بے آشنا کی آمد ہے

تمام شہر ہے شایق علی کے پیاروں کا
نبی کے روضہ پہ مجمع ہے دستاروں کا

سنا تھا جب سے کہ آتے ہیں سید اکرم   خوشی سے فاطمہ صغرا کا تھا عجب عالم
کبھی تو جھکتی تھی سجدہ میں وہ بدیدۂ نم   کبھی یہ کہتی تھی کیوں نانی جان جی گئے ہم

وطن میں آج شہ مشرقین آتے ہیں
چلو چلو مرے بابا حسین آتے ہیں

اٹھیں یہ سنتے ہی ام البنین بشوق تمام   گئیں جو متصل روضہ رسول انام
سنا یہ شور کہ آتے ہیں شاہ عرش مقام   نظر وہ آتا ہے دیکھو نشان فوج امام

بڑے شکوہ سے حیدر کا یادگار آیا
علم لئے ہوئے عباس نامدار آیا

پکاری کوٹھے سے چلا کے تب اک زن پیر   نہ غل کرو کہ مرا حال غم سے ہے تغییر
سر اپنے پیٹتے آتے ہیں سب صغیر و کبیر   یقین یہ ہے کہ نہیں آئے حضرت شبیر

نہ وہ رفیق نہ وہ بھائی بند آتے ہیں
جھکائے گردنیں کوتل سمند آتے ہیں

ہوا یہ سنتے ہی ام البنین کے دل کو تعب   اٹھا کے ہاتھ کہا خیر کیجیو یا رب
بڑھی یہ کہہ کے جو وہ زوجۂ امیر عرب   نظر پڑا اُسے گھوڑا پسر کا ہائے غضب
ہجوم خلق سے پاس اُس کے جا نہ سکتی تھی
بندھا تھا زیں سے علم مشک اک لٹکتی تھی

یہ نوحہ پڑھتا تھا گھوڑے کے آگے آگے بشر   مدینہ لٹ گیا جنگل میں مر گئے شبیر
گلے پہ دلبر زہرا کے چل گئی شمشیر   کیا شہید غریب الوطن کو بے تقصیر
پڑا رہا جو زمین پر یہ اُس کا جامہ ہے
کفن ملا نہ جسے اس کا یہ عمامہ ہے

یہ حال سن کے زن و مرد خاک اڑاتے تھے   سروں کو پیٹ کے آنکھوں سے خون بہاتے تھے
امام زادے کے ناقے سے لپٹے جاتے تھے   عماریوں میں حرم سر ٹپکتے آتے تھے
نبی کے روضہ پہ جس دم وہ کارواں پہونچا
فغاں وہ آہ کا غل تا بہ آسماں پہونچا

بٹھا کے ناقہ کو سجاد ناتواں اُترے   عصا کو تھام کے با چشم خوں فشاں اُترے
قریب مرقد سلطان انس و جاں اُترے   اور اہل بیت یہ کرتے ہوئے فغاں اُترے
ہوئی غریبوں پہ بیداد یا رسول اللہ
حسین مر گئے فریاد یا رسول اللہ

ہوا جو روضہ میں داخل وہ قافلہ ناگاہ   گرے مزار مبارک پہ عابد ذیجاہ
اٹھا کے ہاتھ یہ فریاد کی بہ نالہ و آہ   تباہی آ گئی ہم بیکسوں پہ یا جداہ
یتیم ہو کے یہ ناشاد کام آیا ہے
پدر کو کھو کے وطن میں غلام آیا ہے

بڑا ستم کیا اُمت نے یا رسول زمن   کیا حضور کے پیاروں کو ذبح تشنہ دہن
رہا سناں پہ سر پاک اور زمیں پہ بدن   لٹے ہم ایسے کہ بابا کو دے سکے نہ کفن
نہ دن کو تھی ہمیں راحت نہ چین راتوں کو
جکڑ دیا تھا رسن سے ہمارے ہاتھوں کو

گئی لحد پہ پھر اس طرح زینب محزوں   کہ ایک ہاتھ میں شہ کا عمامہ پُر خوں
اور ایک ہاتھ میں حضرت کا جامہ گلگوں   زباں پہ مرثیہ جس کا یہ جانگزا مضموں
یزید نے ہمیں لوٹا دوہائی ہے نانا
بہن شہید کی مجرے کو آئی ہے نانا

حسین بھائی کو ہم کربلا میں چھوڑ آئے   علی کے لال کو دشت بلا میں چھوڑ آئے
یتیم فاطمہ کو نینوا میں چھوڑ آئے   تمہارے چاند کو خاک شفا میں چھوڑ آئے
یہ بعد قتل عجب تفرقہ پڑا نانا
گڑا بدن کہیں اور سر کہیں گڑا نانا

ہوئی حسین کے مرنے سے دربدر زینب — گئی یزید کی مجلس میں ننگے سر زینب
گئی مہینے رہی قید نوحہ گر زینب — یہ سخت جان تھی کہ جیتی پھری ادھر زینب

ورم ہے شانوں پہ دیکھتے ہیں سب خواہرانا
یہ میرے بازو پہ رسی کے ہیں نشان نانا

یہ کہہ کے قبر پہ رکھدی وہ خون بھری پوشاک — کفن میں ہوگئے بے چین سید لولاک
ضریح ہلنے لگی تھرتھرائی تربت پاک — زمیں لرز گئی جنبش میں آگئے افلاک

نبی کے رونے کی آواز صاف آتی تھی
صدائے سینہ زنی آسمان تک جاتی تھی

بپا تھا یاں تو ابھی ماتم شہ ابرار — کہ اک قیامت کبریٰ عیاں ہوئی اک بار
سنبھالیں فاطمہ صغریٰ کو عورتیں دو چار — منہ اپنا پیٹتے داخل ہوئیں بحالت زار

پکارتی تھی ستمگروں نے پدر کو مارا
یہ کیا غضب ہوا کس نے حسین کو مارا

نہ تھی بیمار نہ دن تھے ماتم کے جو سن لیا میدان — پچھاڑیں کھاتے ہی گئی خاک پر بہ زور نکا
ہوا یہ شور کہ ہے شہید تیغ جفا — تڑپ تڑپ کے پکاری یہ فاطمہ صغرا

دکھائی دیتا ہے سب گھر لٹا ہوا لوگو
ارے پدر مرا تم میں سے کیا ہوا لوگو